UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188710
UNIVERSAL
LIBRARY

ھ-ش ٩٢٢ء٩٧ ١١

ہمایوں مرزا، بیگم

مشاہدات

٣ [illegible]

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٢٥٩٤١١ Accession No. ١٣٠٩٢

Author ہمایوں مرزا ۔ حسن

Title شاہراہ نجات

This book should be returned on or before the date last marked below.

شاہراہ نجات

جناب سید ہمایوں مرزا صاحب

ع ١٣٠٩٢

وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

شاہراہ نجات

مؤلّفہ

جامع الکمالات خلاصۂ خاندان مصطفوی مستغنی عن الالقاب عالیجناب سیّد ہمایوں میرزا صاحب بیرسٹر ایٹ لا ایڈوکیٹ ہائی کورٹ کلکتہ متخلص بہ حقیر (در ریختہ) و ہمایوں (در برج بھاشا) مصنف نمونہ عشق (واسوخت) و نیرنگ عالم (مثنوی) چمنستان فصاحت (دیوان) گلشن ترنم (در موسیقی) و مکالمہ مابین راجہ رام چندر و گورو بششٹ جی (بحوالہ ویدانت) مختصر تاریخ جاپان بشکل لکچر آثار صنادید دکن (عمارات قطب شاہیہ کے تاریخی حالات) مختصر حالات ابن رشد - کرشمہ تقدیر (اخلاقی ناول ۲۴۰ صفحے) مجموعہ ضرب الامثال (عربی فارسی اُردو ہندی کی ۵۰۰ ضرب المثلیں) اسوۂ حسینی (فلسفہ شہادت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام) اصول قانون تاوان - کورٹ مینویل خلاصہ ضابطہ دیوانی وضابطہ فوجداری برٹش انڈیا (بزبان انگریزی) پرنسپلس آف انگلش لا آن کانٹریکٹ بشکل سوال وجواب (بزبان انگریزی) میری کہانی میری زبانی - (خودنوشتہ سوانح حیات مع مختصر تاریخ بہار) و مرقع تمدن بہار چالیس پچاس سال قبل زیر تالیف بڑی تقطیع کے تین سو صفحے لکھے جاچکے ہیں

قیمت ایک روپیہ

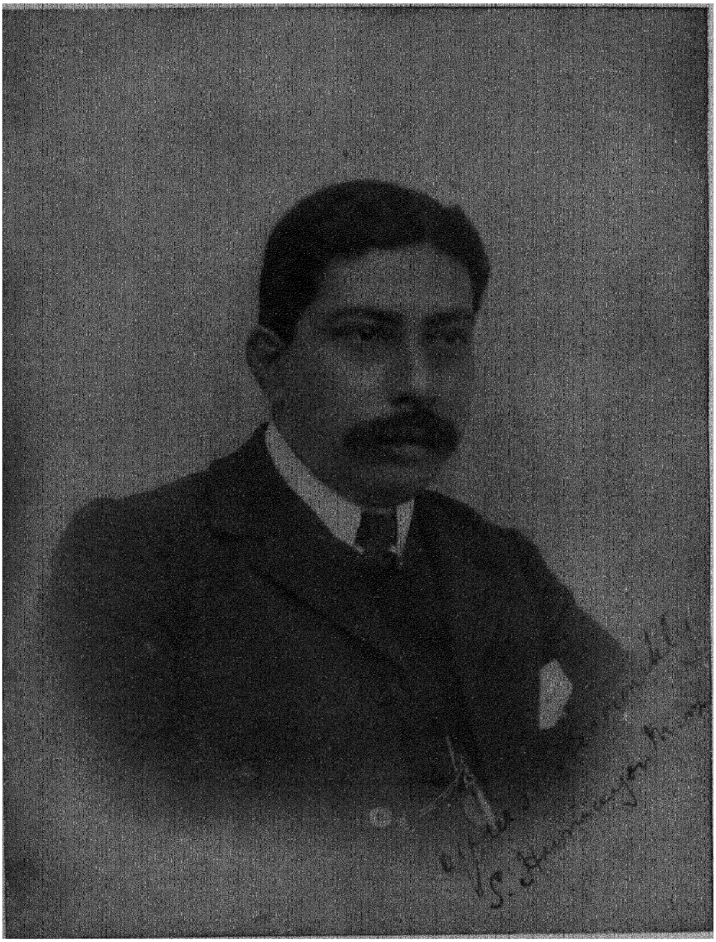

شبیہ جناب سید ہمایوں مرزا صاحب

(گیلانی الیکٹرک پریس، ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام محمد نواب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دکن حیدرآباد سے شائع ہوئی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نذرِ عقیدت

انسان ضعیف البنیان جس کی پیسہ بھر کی زبان ہے۔ اس میں کہاں تاب و توان ہے۔ جو خالق بے چون و چرا کی حمد و ثنا کر سکے یا نعت سرورِ کائنات لکھ سکے یا منقبت شیرِ خدا میں زبان ہلا سکے

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی　　خدا نے خود لکھی شان محمدؐ
ذاتِ حیدر کو کوئی کیا جانے　　یا نبی جانے یا خدا جانے

اس لئے میں اس خصوص میں قاصر و عاجز ہوں۔ اب میں اصل مطلب کی طرف کمیت قلم کو جنبش دیتا ہوں۔ چند سال سے میں بعارضہ قلب مبتلا ہوں صحت کی خرابی کی وجہ سے اِس عالم فانی میں میرا عدم وجود یکساں ہو گیا تھا۔ وکالت کے فرائض کی انجام دہی تو کجا، دعوتوں میں شریک ہونا، کہیں آنا جانا، لوگوں سے ملنا جلنا بھی دوبھر ہو گیا تھا۔ ادھر چند روز کے قبل اس ناہنجار مرض نے اتنی شدت پکڑی کہ اللہ دے

بندہ سے کی حالت ہوگئی تھی - ڈاکٹر پر ڈاکٹر طبیب پر طبیب بلائے گئے - پھر اکسرے لیا گیا - کبھی ایلوپیتھی دوائیں دی گئیں - کبھی طب یونانی کی ادویات استعمال میں لائی گئیں - غرض دنیا بھر کے جتن کئے گئے - مگر حالت بد سے بدتر ہوتی گئی - بقول مومن - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - نوبت باینجا رسید کہ صحت اور زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی - بجز رحمت باری تعالیٰ اور افضال چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کوئی بھروسہ نہ تھا اس عالم یاس میں نہایت الحاح و زاری سے ارحم الراحمین کی بارگاہ میں خضوع و خشوع قلب سے دست بدعا ہوا اور جناب باری میں عرض کی کہ خدایا! اپنی رحمت کے صدقے میں اپنے حبیب پاک رسول اکرم کے صدقہ میں تجھ کو واسطہ دیتا ہوں رسول کے پیاروں کا جو تیرے بھی پیارے ہیں مجھ عاصی پر معاصی کو شفائے کلی عطا فرما اور اتنی مہلت دے کہ چند کام جو میں نے شروع کئے ہیں تکمیل کر لوں پھر بلا لینا۔ ساتھ ہی اس کے ایک منت بھی مانی - کہ خدائے پاک اگر تو مجھ کو صحت عطا فرمائیگا تو تیرے حبیب کے پیاروں یعنی ائمہ اطہار دوازدہ امام علیہم السلام کی ثنا و صفت میں ایک رسالہ تالیف کرونگا اور دنیا کو دکھاؤں گا کہ ان قدسی نفوس کے کیا مراتب تیرے نزدیک ہیں - خصوصاً سر دفتر اہل صفا علی مرتضیٰ کو تو نے کیا رتبہ بخشا ہے - ساتھ ہی اس کے لاتعد و لاتحصے مظالم کے جو ان قدسی نفوس پر ڈھائے گئے تھے تھوڑے سے بطریق مشتے نمونہ از خروارے وہ بھی دکھا دونگا

ہزار ہزار شکر مستجاب الدعوات کا ہے کہ اس نے مجھ گنہ گار کی دعا قبول فرمائی - شافع حقیقی نے شفا بخشی - سامع المناجات کیوں نہ دعا قبول فرماتا میں نے اسکے حبیب پاک

کے صدقے میں شفا طلب کی تھی اور اس کے حبیب کے پیاروں کا واسطہ دیا تھا جن کی لاج قاضی الحاجات کے ہاتھ میں ہے۔ علاوہ ازیں ان بزرگوں نے بھی میری مدد فرمائی ہوگی۔ جب ہی تو ایسے مہلک مرض سے چھٹکارا ہوا۔ جب میں کچھ لکھنے پڑھنے کے لائق ہوگیا تو مجھے اپنا فرض ادا کرنا لازم ہوگیا جو منّت مانی تھی وہ پوری کرنی تھی۔ اس لئے بروز عید جناب امیرؑ ۱۳ رجب المرجب جو تاریخ ولادت مولائی دوجہان علی مرتضیٰ کی ہے۔ یہ تالیف میں نے شروع کی۔ بحمد اللہ تقریباً ایک ماہ کی لگاتار کوششوں سے تالیف مکمل ہوگئی۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی تعریف و توصیف میں جس قدر مواد بشکل نظم و نثر مگر منتشر حالت میں میرے پاس تھا سب کو ایک جگہ جمع کردیا۔ نام "شاہراہِ نجات" رکھا یہ تالیف خاص کسی امام کی لائف یعنی سوانحعمری نہیں ہے۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی سوانحعمریاں مختلف مورخوں نے لکھی ہیں۔ بڑی بڑی ضخیم جلدیں اس موضوع پر ہیں۔ چند سال کے قبل مورّخ بلند پایہ و محقق گرانمایہ اخوی خان بہادر مولانا سیّد اولاد حیدر فوق بلگرامی فخر اودھ و بہار نے چہاردہ معصومین کے سوانح حیات یعنی رسولؐ خدا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا اور دوازدہ امام علیہم السلام کی سوانحعمریاں علیحدہ علیحدہ بڑی تحقیق کے ساتھ تالیف فرمائی ہیں۔ ہر ایک امام کی سوانحعمری چارسو پانچ سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے اور رسول پاک کے سوانح حیات موسوم بہ اسوۃ الرسول چار پانچ جلدوں میں ہیں ایک ایک جلد چار چار پانچ پانچ سو صفحوں سے کم نہیں ہے۔ قیمت فی جلد پانچ روپیہ ہے۔ یہ مکمل سوانحعمری رسول مقبول کی ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مولوی شبلی نعمانی

نے بھی سیرت النبیؐ لکھی ہے - اور مولانا فوق نے جو کچھ لکھا ہے - ان دونوں کا مقابلہ
کرنے پر تاریخی نقطہ نظر سے قدر و قیمت وصحت دونوں کی معلوم ہو جاتی ہے مولوی شبلی
کی سیرت النبیؐ کے مخصوص مقامات کا جواب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب ساکن ایرایان
ضلع فتحپور نے بحوالہ صفحات ۱۷۸ کتب سیر و تفاسیر و احادیث سے دیا ہے - موسوم
بہ التکمیل قیمت چار روپیہ ہے - اور مولانا فوق نے جو حضرت علی کی سوانحمری لکھی ہے - بہت
مفصل اور بہت صحیح ہے - علاوہ ازیں مولوی عبیداللہ امرتسری اہل تسنن نے حضرت علی کی
سوانحمری بہت ضخیم لکھی ہے - حال میں کاکوری کے ایک صاحب مولانا حافظ علی حیدر نے
دو تین جلدوں میں لکھی ہے - موسوم باحسن الانتخاب - یہ بھی سُنی ہیں - اس لئے میں نے
کوئی تذکرہ حضرت علی کے یا اور کسی امام کے حالات کا نہیں لکھا ہے - کیونکہ میرا لکھنا
تحصیل حاصل ہوتا - بلکہ ان چند اوراق میں تھوڑے بہت مناقب ائمہ اطہار حوالہ قلم کئے
ہیں - اس مختصر تالیف میں میں نے یہ التزام محفوظ رکھا ہے کہ استدلالاً کلام خدا اور
متفق علیہ حدیثیں پیش کی ہیں - نہ وہ احادیث جو صرف شیعوں کی روایت کردہ ہیں
اور نہ وہ احادیث جو صرف سنیوں کی ہیں - جس قدر اشعار بشکل رباعیات و قصائد وغیرہ
ہیں - اُن میں معدودے چند شیعوں کے ہیں - ورنہ تمامتر اُن شعرائے عظام مثلاً
حضرت حافظ و حضرت سعدی وغیرہ و بزرگان دین مثلاً حضرت بوعلی قلندر و حضرت سید
نظام الدین سلطان الاولیا وغیرہم کے ہیں - جو سنی مشہور ہیں - ما ورا بعض تاریخوں کے
حوالہ جات جو ہیں وہ بھی سنی مورخوں کے ہیں - ان کو بغور دیکھنے کے بعد حقیقت بین

نگاہیں اور منصف مزاج سخن فہم خود فیصلہ کرلیں گے کہ حضرت علی کے کیا مراتب و مدارج ہیں۔ کیا شان و کیا اوصاف ہیں ❊

جن باکمال شعرا اور واجب التعظیم بزرگانِ دین کے اعتقادات و خیالات کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ باوجودیکہ وہ اِس ذخیرہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ جو مختلف تصانیف میں موجود ہے۔ تاہم میں نے بہت کچھ لکھ دیا۔ اِس پر بھی کوئی کچھ نہ سمجھے اور کسی کو کچھ نہ سوجھائی دے۔ تو اِس میں میری خطا نہیں۔ میں نے اظہارِ حق کرکے اپنا فرض ادا کردیا۔ بقول شاعر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

الراقم

سید عاشق حسین معروف بہ سید ہمایوں میرزا

از ہمایوں نگر۔ حیدرآباد دکن

شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ

نوٹ۔ طباعت کی سہولتوں کی وجہ سے میرا رسالہ زیب النسا لاہور میں طبع ہوتا ہے۔ انہیں وجوہ کی بنا پر شاہراہِ نجات کو بھی لاہور میں طبع کرایا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناقب ائمہ اطہار علیہم السّلام

آج کیوں بہجت و عشرت کی فراوانی ہے ۔ جوش میں نغمہ سرا بلبل بستانی ہے
کس مسرّت کی ہر اک دِل میں یہ مہمانی ہے ۔ عالم کفر پہ بھی رونق ایمانی ہے
آمد شاہ ولایت سے جہاں گلشن ہے
گل اُمیّد سے مومن کا بھرا دامن ہے

شعر

ہو مبارک جانشین مصطفےٰ پیدا ہوا ۔ بت کدہ کعبہ بنا قبلہ نما پیدا ہوا

شعر

کیا خوش نصیب الٰہی لیل و نہار ہے ۔ روزِ ولادتِ شہ دلدل سوار ہے

سال کے بارہ مہینوں میں ماہ ربیع المنوّر کے بعد جو شرف ماہ رجب المرجب کو خالق موجودات نے عطا فرمایا ہے ۔ وہ اور کسی مہینہ کو حاصل نہیں ۔ یہ وہ ماہ مبارک ہے ۔ کہ جس میں امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ولادت با سعادت ہوئی

؎ زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا ۔ کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

یہ گرانقدر خطاب امیر المومنین کا رسول پاک نے پہلی دفعہ حضرت علی کو غدیر خم میں دیا تھا۔ اس لئے خلیفہ اوّل نے اپنے لئے لقب خلیفۃ المسلمین منتخب کیا تھا مگر خلیفہ دوم نے اپنے تئیں امیر المومنین کہلوایا۔ غرض حضرت علی کی ہستی وہ ہستی تھی۔ جس کے دُنیا میں آتے آتے کائنات عالم میں انقلاب نظر آنے لگا۔ ہر ذرہ نے جوشِ مسرت میں تڑپ دکھائی ہر غنچہ و گل فرطِ انبساط سے کھِل پڑا۔ یہ سب کچھ ہونا چاہیئے بھی تھا۔ کیونکہ یہ وہ ہستی تھی۔ جس نے گہوارہ میں اژدر کو دو پارہ کر دیا۔ یہی ہستی آگے چل کر گردشِ آفتاب کو پلٹنے والی تھی۔ جس کی ایک جنبش زبان ممات کو حیات سے بدلنے والی تھی۔ گردشِ آفتاب کو پلٹنے کی نسبت ملا جامی فرماتے ہیں:۔ "خدائے تعالیٰ برائے او دو بار ردِ شمس کرد و آفتاب را از مغرب باز گردانید یکے در عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دیگر بعد از وفات رسول" (دیکھو شواہد نبوّت صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ بمبئی)

جہاں میں آج وہ آیا ہے صاحبِ صمصام　　جو ہے رسول کا بازو خدا کا ہے ہمنام
جدار کعبہ کو گھیرے ہوئے ملائک ہیں　　بپا ہے شور کہ آیا ہے آج عرش مقام

اس لئے مومنین کے دِل بھی مسرت و بہجت سے لبریز ہیں۔ زبانوں پر درود شریف جاری ہے۔ مارے خوشی کے اپنے جاموں میں پھولے نہیں سماتے ہیں عید امیر کی تقریب میں کوئی جشن کرتا اور منقبت میں قصیدہ سرائیاں کرتا ہے۔ مہینے بھر کونڈوں پر نذریں ہوتی ہیں۔ رجب کے کونڈے مشہور ہیں۔ غرض فکر ہر کس بقدر ہمت اوست مختصر یہ کہ اظہار مسرت و نجات عقبیٰ کے مختلف طریقے مومنین نکالتے ہیں میں بھی اپنی

بساط کے موافق مسرتِ دلی کا اظہار کرنے کی سعادت کونین حاصل کرنے کی اور اپنی منت پوری کرنے کی غرض سے چند اوراق مناقب آئمہ اطہار علیہم السلام میں بتقریب عید میلاد شیرِ خدا حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ جن کو پڑھکر مومنین کلمۂ خیر سے عاصی کو یاد فرمائیں۔ کلام پاک میں آیۂ مباہلہ آیۂ تطہیر و آیۂ نذر و آیۂ مودت کا نزول آئمہ معصومین علیہم السلام کی نسبت ہے (گو بعض فرقہائے اسلامیہ رسول ہی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں مگر میرا ایمان وایقان یہی ہے کہ رسول مقبولؐ ، ان کی صاحبزادی حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا اور دوازدہ امام معصوم ہیں۔ جملہ چہاردہ معصوم ہیں۔ اس لئے میں نے آئمہ معصومین کے الفاظ استعمال کئے) باری تعالیٰ آیۂ مودت میں رسول سے فرماتا ہے :۔ قُلْ لَا اَسَالُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ ۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ قرابتِکَ ھٰؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علیؑ و فاطمہ و ولدھا۔

ترجمہ۔ اے رسولؐ اپنی امتیوں سے تبلیغ کا اجر صرف مودت بالاقربا چاہو اور استفسار پر اقربا کی توجیہ یہ فرمائی کہ میری لڑکی فاطمہ ان کے شوہر علی اور ان کے فرزند حسن و حسین جس سے ظاہر ہوا کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کی یہ خواہش ہے کہ اقربائے رسول (دوسرے لفظوں میں ائمہ اطہار) سے رسول کے امتی محبت کریں۔ بوقت آخر رسول مقبول صلعم نے فرمایا (یا معشر النّاس اِنّی تَارِکٌ فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اھلبیتی اِنْ تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض) ہم دو چیزیں کلام خدا اور اپنی عترت یعنی قرآن ناطق چھوڑ کر دنیا سے جاتے ہیں اگر

تم لوگ اِن دونوں سے متمسک رہو گے ان کا اتباع کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور حوض کوثر پر میرے ساتھ ہو گے (مجھے دیکھنا ہے کہ میرے بعد تم لوگوں کا کیا سلوک انکے ساتھ رہتا ہے) اِسی کا نام حدیث الثقلین[1] ہے۔ جس کا ذکر ترمذی و مشکوٰۃ وغیرہ میں بھی ہے۔ یعنی یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ رسول مقبول نے فرمایا اهلبیتی کسفینۃ نوح من رکب نجاته ومن ترك فغرق میرے اہل بیت مثل کشتی نوح ہیں۔ جو اِس کشتی پر سوار ہو گا۔ اس کی عقبیٰ میں نجات ہو گی۔ اور جو چھوڑ دیگا غرق ہو گا۔ ایکدفعہ رسول مقبول نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام و حسنین علیہما السلام کی طرف نظر کرکے فرمایا انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم یعنی جو تم سے برسرِ جنگ ہو گا۔ میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ جو تم سے صلح کریگا۔ میں بھی اس سے صلح کروں گا۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔ دیکھو ترمذی صفحہ (۵۵) مطبوعہ لکھنؤ۔ علاوہ ازیں سوانح عمری حضرت علی میں عبید اللہ امرتسری سنی محدث نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ مدارج اِن حضرات کے کیا ہیں۔ اور اِن کا دشمن رسول کا دشمن

---

[1] نوٹ۔ اِس حدیث پر کم لوگوں کا عمل اِس لئے ہے کہ اس قول نے حسبنا کتاب اللہ یعنی صرف کتاب اللہ کی کافی ہے۔ رسول کے فرمان کی نیز آیہ مودت کی (معاذ اللہ) ترمیم و توہین کی۔ رسول نے فرمایا۔ کہ کتاب اللہ و میری اولاد دونوں سے متمسک رہو۔ خدا بھی فرماتا ہے رسول کی اولاد سے محبت کرو مگر اس پر کسی کا یہ قول حسبنا کتاب اللہ عجیب بات ہے اِسی وجہ سے عترتی کی جگہ سنتی نے لی لفظ سنتی رسول کا فرمودہ نہیں ہے حدیث الثقلین کی پیروی نہ کرنے سے اسلام میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے۔ فرقہ بندیاں خلاف حکم خدا و رسول ہیں مذہب میں تفرقہ ڈالنے والے کو خدا اپنی کتاب میں برا کہتا ہے۔ حدیث الثقلین کا ذکر مختلف تاریخوں میں ہے۔ علاوہ ازیں صواعق محرقہ میں علامہ محمد ابن حجر مکی نے نیز صاحب کنز الاعمال نے اپنی تصنیف میں کیا ہے

ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی مفسر و مورّخ تاریخ الخلفاء وغیرہ نے ایک مختصر رسالہ موسوم بہ احیاء المیت میں جس کا ترجمہ اُردو میں ہو چکا ہے متعدد حدیثیں شائع کیں جو بالفاظ مختلف ہیں۔ مگر ہم معنی ہیں۔ جن کا منشا یہ ہے کہ رسول نے اہلبیت اطہار کے ساتھ محبت و احترام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس رسالہ میں ظنی حدیثیں ہیں وہ "حسن" کے لفظ کے ساتھ مشتمل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدائے پاک اور اس کے رسول مقبول کا فرمان و حکم ہے۔ کہ اہلبیت علیہم السلام سے کلمہ گویان رسول محبت کریں۔ ان کا احترام کریں اس لئے اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ محبت اہلبیت حقیقتاً ہر سچے مسلمان کا اور جس کو خوفِ خدا ہے جزو ایمان ہے۔ جو منحرف ہے اور دشمن اہل بیت کو دوست رکھتا ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ اور نہ اس کی عاقبت بخیر ہو گی۔ کیونکہ منکر احکام خدا و رسول مسلمان نہیں ہو سکتا چاہے ہزار بار کلمہ توحید پڑھا کرے میری تو دعا ہے کہ خدا ہر مسلمان ہی کو نہیں بلکہ ہر انسان کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہ کلام خدا اور آلِ رسول کی عظمت و احترام کرے۔ مگر

این سعادت بزور بازو نیست ‌ ‌ ‌ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سعدی شیرازی ان الفاظ میں دعا مانگتے ہیں ؎

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ ‌ ‌ ‌ کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ‌ ‌ ‌ من و دست و دامان آلِ رسول

احمد جام زندہ پیل کہتے ہیں ؎

گر نجات انجہان مطلوب اری اے عزیز دست در دامان آل مصطفےٰ باید زدن

قلمی نسخہ کلیاتِ فیضی میں ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔ جس میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی ثنا و صفت بھی پُر جوش الفاظ میں فیضی نے کی ہے۔ اس قصیدہ کے چند اشعار جن کا تعلق دوازدہ امام علیہم السلام سے ہے درج ذیل کرتا ہوں :-

بر گردن ما طوق وبال ابدی باد گر سلسلۂ شبیر خدا را نشناسیم

از نفس ہزیمت بخوریم ار بحقیقت سر لشکر میدان غزا را نشناسیم

باشعل خورشید اگر گرم بگردیم بے نور علی راہ علا را نشناسیم

بے نور بمیریم بہ ظلمت کدہ کفر گر آں دو چراغ شہدا را نشناسیم

جز سجدۂ خاک در سجاد ندانیم سجادۂ اصحاب بیا را نشناسیم

صادق نفسانیم کہ بے طلعت صادق در صبحدم صدق جلا را نشناسیم

باقر کہ دلش بارقہ عالم غیب است بے برق تولاش ضیا را نشناسیم

گر دین تقی را و نقی را نہ نگہ نیم ارباب تقیٰ را و نقیٰ را نشناسیم

فیضی نشود خاتمۂ ما بہدایت تا ختم اماماں ہدا را نشناسیم

اشعار بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیضی دوازدہ امام سے متمسک تھا اور مومن پاک تھا۔ غالباً کسی مصلحت سے دہریہ مشہور کیا گیا اور اس کا قلمی کلیات منطبع و شائع نہیں کیا گیا۔ اس قصیدہ کا ذکر مولوی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب شعر العجم میں کیا ہے۔ لیکن اشعار بالا کا ذکر مطلق نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ان سے فیضی کے عقیدہ پر

روشنی پڑتی ہے۔ اِس قصیدہ کے مقطع کے دوسرے مصرع سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فیضی بھی امام مہدی یعنی بارھویں امام کے پیدا ہونے اور غیبت کبریٰ میں رہنے کا قائل تھا۔ جس طرح ملا جامی نے شواہد نبوت میں بارھویں امام کے پیدا ہونے کا اقرار کیا اور ابن عربی نے حضرت صاحب الامر کی شان میں قصیدہ لکھا ہے اور بھی متعدد ثبوت حضرت کے پیدا ہونے کے ہیں۔ اگر بارھویں امام پیدا نہ ہوتے۔ تو یہ حدیث خلیفتی بعدی اثنا عشر جو متفق علیہ ہے پوری نہ ہوتی۔ اہل نجران سے مباہلہ کے لئے صرف پنجتن گئے تھے۔ رسولؐ علیؑ فاطمہؑ حسنینؑ اور عبا کے اندر بھی یہی پانچوں تن تھے۔ جو آلِ عبا کہلاتے ہیں۔

مولانا عبدالرؤف وحید سابق مترجم اعظم وائسرےگل بھیلیٹو کونسل اہل سنت ایک رباعی میں فرماتے ہیں ؎

بشناس دلا آلِ عبا را بشناس ‏ ‏ وان جملہ امامان ہدا را بشناس
ہستند ہمہ راہبر راہِ خدا ‏ ‏ گمراہ مشو راہِ خدا را بشناس

آل محمدؐ کو آل لیسین بھی کہتے ہیں۔ ملا جامی نے امام رضا کی مدح میں جو قصیدہ لکھا اس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

سلامٌ علیٰ آل طٰہٰ و یٰسین ‏ ‏ سلامٌ علیٰ آلِ خیر النبیین

رسالہ اصلاح (کھجوہ) و اخبار راستی (جونپور) و رسالہ عرفان وغیرہ میں حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر سابق شہنشاہ ہند کی بارہ وصیتیں شائع

ہوئی تھیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر عمر میں بعد مطالعہ کثیر و تحقیق انیق اورنگ زیب کے معتقدات میں بڑا انقلاب پیدا ہوا تھا۔ جو وصیتوں کے مضمون و مفہوم سے خود ہویدا ہے۔ میں ان سب وصیتوں سے اس وقت نہ بحث کرتا نہ ان کا ذکر کرتا ہوں البتہ پہلی وصیت جس کا تعلق مضمون زیر تحریر سے ہے درج ذیل کرتا ہوں:۔

ایں عاصی غرق معاصی را تلحیف و تفریش تربت مطہرہ مقدسہ علیہ السلام نمایند کہ مغرقان بحار عصیاں را بغیر از التجا بان درگاہ مرحمت غفران پناہ نیست و مصالح ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند پادشاہ زادہ عالیجاہ ہست بگیرند۔

(ترجمہ) اس گنہ گار کی تجہیز و تکفین خاک پاک تربت حضرت امام حسین کے ساتھ کی جائے اور کربلائی کفن دیا جائے۔ کیونکہ گنہ گاروں کو بجز اس بارگاہ رحمت پناہ کے جائے پناہ نہیں ہے۔ اور یہ چیزیں میرے فرزند سے لے لی جائیں۔

اس وصیت کی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت اورنگ زیب جو بہت متشرع اور باعلم شہنشاہ تھے۔ وہ اہلبیت اطہار سے تمسک سمجھتے تھے اور خاک پاک مقدسہ حسینیہ کی کیا عظمت ان کے دل میں تھی۔ جس کو وہ باعث نجات و شفاعت سمجھتے تھے۔ یہ دلیل ان کے علم و فہم کی ہے۔ جس کسی نے تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور عقل سلیم بھی رکھتا ہے وہ اہلبیت علیہم السلام

(نوٹ صفحہ گذشتہ) عالمگیر کی بارہ وصیتیں حیدرآباد کے ایک مقامی روزانہ اخبار نے شائع کی تھیں مگر معمولی فارسی الفاظ کے معنے غلط لگائے تھے۔ اور بعض مطالب جن سے شیعیت ٹپکتی تھی۔ ان کو حذف کر دیا تھا۔ میرے پاس وہ وصیتیں صحیح چھپی ہوئی ہیں۔

کا رتبہ سمجھ سکتا ہے - حافظ شیرازی ایک غزل میں کہتے ہیں ؎

مارا[۱] امام ہشتم سلطان دیں رضا   از جان ببوس و بر در آں بارگاہ باش

امام رضا سے جس طرح حافظ کو فیض پہنچا - اس کا تعلق شاخ نبات سے بھی ہے - وہ ایک قصہ طلب مضمون ہے - بہر حال اس غزل کا ایک شعر لکھتا ہوں جس میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ؎

ایں ہمہ قند و شکر کز سخنم مے ریزد   اجر صبر یست کز آں شاخ نباتم دادند

عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف جو حافظ کا میلان ہوا وہ بطفیل امام ہشتم ہوا جن کے مشہد مقدس پر اُنھوں نے چلہ کشی کی تھی - تمام حضرات صاحبان علم وفہم کا یہی مسلک رہا کہ حب اہلبیت کو باعث نجات سمجھا کئے - حضرت معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کی یہ رباعی مشہور ہے ؎

شاہ ہست حسین بادشاہ است حسین   دیں است حسین دیں پناہ است حسین

سر داد و نداد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

مولانا مفتی نواب ضیا یار جنگ بہادر سابق مفتی عدالت العالیہ بعد جج ہائیکورٹ سنی تفضیلہ نے خوب کہا ہے ؎

چوں نور نبی شامل انوار حسین است   دیدار خدا حاصل دیدار حسین است

---

[۱] اس غزل کا مطلع یہ ہے ؎ اے دل غلام شاہ جہاں باش و شاہ باش - پیوستہ در حمایت لطف الٰہ باش
شاہ جہاں سے مراد حضرت علی سے ہے - اور یہ غزل حافظ کی قبر پر کندہ ہے ۔

اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول مقبول فرماتے تھے حسینؑ منی و انا من الحسینؑ علاوہ دیگر کتب سیر دیکھو۔ کتاب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ لکھنؤ میں تصنیف مولانا محمد مبین فرنگی محلی۔ بحوالہ ترمذی حسنین علیہما السلام سواران دوش نبی کی نسبت رسول فرماتے تھے کہ الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ یہ سرداران جوانان بہشت ہیں۔

سینکڑوں کیا ہزاروں صوفیائے کرام کا اور صحیح النسب سادات کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے اور ہے جو کچھ اوپر میں نے حوالۂ قلم کیا ہے وہ ایک قطرہ بھی بمقابلہ اس دریائے زخار کا نہیں ہے جو اظہار حب اہل بیت میں سچے مسلمانوں نے اور بڑے بڑے اولیائے کرام نے بیان کیا اور اپنی تصانیف میں لکھا ہے اب میں تھوڑے حالات مخصوص بذات والاصفات باب علوم و موجد علوم نفس نبی امام مشارق والمغارب اسد اللہ غالب حضرت علی ابن ابی طالب کے متعلق نیز دیگر ائمہ کے متعلق ضبط قلم کرتا ہوں۔ جو نور لاکھوں سال سے نور رسول مقبول کیساتھ کتم عدم میں پوشیدہ تھا جس کی نسبت رسول نے فرمایا انا و علیؑ من نور واحد اس کا ظہور خانہ کعبہ میں ہوا۔ دیوار کعبہ شق ہوئی اور حضرت فاطمہ بنت اسد داخل خانہ کعبہ ہوئیں اور مظہر العجائب پیدا ہوئے۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

روزے کہ بکعبہ مرتضیٰ شد پیدا ماشاء اللہ   در کون و مکان قبلہ نما شد پیدا سبحان اللہ

جبریل بہ تہنیت فرود آمد و گفت اے ختم رسل!   فرزند بخانہ خدا شد پیدا واللہ باللہ

ولادت تو خانہ کعبہ میں ہوئی اور ولادت کے تیسرے دن جب رسول نے گود میں لیا تو آنکھیں کھولیں جنہوں نے اپنی زبان مبارک چبائی تھی جس کی وجہ سے علم لدنی اور علم وہبی حاصل ہوا حضرت علی کا تبحر علمی ظاہر ہے باب علوم و موجد علوم تھے۔ نہج البلاغۃ اور سینکڑوں اقوال اور فقہی فیصلوں سے حضرت کا تبحر علمی ظاہر ہوتا ہے باوجودیکہ آپ نے کسی سے پڑھا نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بجز رسول مقبول کس انسان کی تاب و مجال تھی کہ اس کو درس دیتا جو استاد جبریل امین ہو۔ اسی لئے رسول پاک نے فرمایا انامدینۃ العلم و علیٌ بابہا علم کا مرتبہ اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔

جب[1] عرش پر فرشتوں نے باری تعالیٰ کی جناب میں عرض کی کیا تو ایسوں کو خلیفہ معین کریگا جو زمین پر فساد و خونریزی کریں تو لسان قدرت یوں بول اٹھی اِنّی اَعلَمُ مَالاتَعلَمُونَ یعنی جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے تم خاموش رہو۔ میں نے تم سے پہلے کہہ دیا اِنّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَۃً یعنی میں خود خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تم کو رائے زنی کا اور مشورہ دینے کا کوئی حق نہیں ہے میری نظر انتخاب نے جس کو بھی پسند کیا اس کو خلیفہ مقرر کر رہا ہوں۔ پھر فرشتوں کے دلوں میں کچھ خیال

---

[1] نوٹ۔ دیکھو سورہ بقر پارہ (۱) رکوع (۴) اس سورہ سے یہ مستخرج ہوتا ہے کہ خلافت ارضی بجز حکم رب کسی شورہ کی بنا پر قائم نہیں ہوسکتی۔ حضرت علی کو جو خدا نے اپنا وصی و خلیفہ کیا تو حکم خدا کی بنا پر۔ خدا فرماتا ہے۔ میرا رسول بغیر میرے حکم کے نہ کچھ کہتا ہے نہ کچھ کرتا ہے ۔

پیدا ہوا کہ ہم انسانوں سے افضل ہیں تو قدرت نے سمجھ لیا اور فرشتوں سے حضرت آدم کا مقابلہ کروایا اور فرشتوں سے وہ اسماء دریافت کئے جو حضرت آدم نے بتلائے تھے۔ فرشتوں نے لاعلمی ظاہر کی اور درگاہ جناب باری میں عرض کی اِنّکَ انت العلیم الحکیم (بتحقیق کہ علم وحکمت والا تو ہے) یعنی جو تو بہتر سمجھتا ہے کرتا ہے حضرت آدم کی فضیلت علم سے ظاہر ہوتے ہی سب ملائکہ نے سجدہ کیا اِلّا ابلیس جس نے کہا خَلَقْتَنِیْ مِن نَارٍ وَخَلَقْتَہٗ مِن طِین مجھے آگ سے خلق کیا اور اِنکو (آدم کو) مٹی سے۔ اِس لئے ابلیس مردود درگاہ ربانی ہُوا اور طوقِ لعنت اس کے گلے میں آویزان کیا گیا

سعدی فرماتے ہیں ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

پس بوجہ علم کے بھی حضرت علی کو سب پر فضیلت ہے۔ حضرت آدم کو بوجہ علم کے ملائکہ پر فضیلت دی گئی۔ اِس سے علم کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ سر سید احمد مرحوم بانی مدرستہ العلوم علی گڑھ کی قبر پر بموجب ان کی وصیت کے یہ حدیث انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابھا کندہ کی گئی۔ رسول مقبول صلعم یہ بھی فرمایا کرتے تھے القرآن مع العلی و علی مع القرآن یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن پاک کو جیسا سمجھنا چاہیئے۔ علی ہی سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید سے اس قدر انس حضرت علی کو تھا کہ ملا جامی فرماتے ہیں "بروایت صحیحہ ثابت شدہ است کہ چوں پائے مبارک بر کاب می نہاد افتتاح تلاوت قرآن میکرد

وچوں پائے دیگر بر کاب مے رسید یا بر بالائے ستور راست می استاد ختم می کرد" دیکھو شواہد نبوت صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ بمبئی ۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بعد رحلت رسول مقبول حضرت علی نے قرآن پاک کو جو رسول کی زندگی میں مدون ہوا تھا اور حضرت علی کے پاس تھا۔ اس کو بارگاہ خلافت پناہی میں پیش بھی کیا تھا۔ مگر قبول نہ کیا گیا۔ دیکھو مناظر المصائب) یہ بھی رسول نے فرمایا۔ میرے بعد میرے مذہب کو چلانے والا علی ہے۔ رسول کا یہ فرمانا کہ میرے مذہب کا چلانے والا علی ہے۔ کتنی بڑی فضیلت حضرت علی کی ہے کہ رسول کی نگاہوں میں ان کے مذہب کے چلانے کی اہلیت صرف حضرت علی میں تھی کیوں نہ ہوتی ان کا سا تبحر علمی کس کو تھا پھر تربیت و تعلیم رسول کی دی ہوئی۔ اسی گھر میں بچپنے سے رہے جہاں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ جب ہی تو رسول نے فرمایا انا مدینۃ العلم علیٌ بابھا۔ یہ شرف کس کو حاصل ہوا۔ حضرت علی نہایت شدّت کے ساتھ کلام خدا کی اور حضرت رسول کے ہر قول و فعل کی پیروی کرتے رہے۔ اپنے زمانہ خلافت ظاہری میں بھی نہ کوئی امر اپنی جانب سے گھٹایا نہ بڑھایا۔ نہ سیرت شیخین کی پیروی کی۔ نہ رسول کا کوئی قول او رفعل ایسا بتلایا جو کلام پاک کے منشائے کے خلاف ہو۔ جس طرح رسول وضو کے وقت کلام پاک کے منشا کے موافق پاؤں کا مسح کرتے یہ بھی پاؤں کا مسح کرتے۔ جس طرح رسول ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے یہ بھی اسی طرح پڑھتے۔ کیونکہ جب ایکدفعہ رسول نے ہاتھ کھلوا دیئے اس کے بعد کوئی حکم ہاتھ باندھنے کا نہیں دیا

خدا فرماتا ہے وادعوہ مخلصین لہ الدین کما بدأکم تعودون جس طرح پیدا ہوئے ہو کھلے ہاتھوں اور اسی طرح دوبارہ اٹھوگے - اسی طرح نماز پڑھو - یعنی ہاتھ کھول کر ۔ دیکھو (سورۂ اعراف رکوع ۲) افطار کے متعلق خدا فرماتا ہے ثم اتموا الصیام الی اللیل یعنی رات شروع ہو جانے پر افطار کرو - حضرت علی بھی اسی طرح افطار کرتے امام جعفر صادق جو بڑے متبحر عالم تھے اور ہر امر میں اپنے جد حضرت علی کے پیرو تھے - وہ بھی بوقت وضو پاؤں نہیں دھوتے اور نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے - چنانچہ نظیری نیشاپوری کہتا ہے -

جنبل نشستہ پائے از او دیدہ در وضو مالک نہ بستہ دست باو اقتدا نمود

یعنی امام حنبل نے وضو کے وقت ان کو پاؤں دھوتے نہ دیکھا اور نہ امام مالک نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا - ملاحظہ ہو کلیات نظیری بند ہشتم در منقبت حضرت امام جعفر صادق - انہیں امام حنبل کے ایک قول کی نقل ملا جامی نے ان الفاظ میں کی ہے - " امام حنبل فرمودہ است کہ از ہیچ کسان از صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آن قدر فضائل بما نرسیدہ کہ از امیر المومنین علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ رسیدہ است " دیکھو شواہد نبوت مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۹۷ - واضح ہو کہ اہل سنت کے آئمہ اربعہ میں سے

ص۱ حضرت علی نے متعہ جائز رکھا - قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے فما استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن فریضۃ (دیکھو سورۂ النساء رکوع ۴) کسی وضعی حدیث سے کلام خدا کا منسوخ کرنا رسول پر اتہام دینا ہے معاذ اللہ اور خلاف حکم خدا کوئی حکم دیں - علاوہ ازیں اگر رسول منسوخ کرتے تو علی کیونکر جائز رکھتے - علی کی ذات سے ایسی توقع خلاف عقل و محالات سے ہے کہ خلاف حکم خدا و رسول کوئی کام کریں ؀

ایک امام حنبل بھی ہیں عتقدات میں لاکھوں اہل سنت ان کی پیروی کرتے ہیں جن کو حنبلی کہتے ہیں حضرت غوث اعظم بھی حنبلی تھے ؎

بقول بخاری ۔ رمضان مبارک میں رسول نے دو یا تین دن تراویح پڑھکر موقوف کر دی اور پھر کبھی نہیں پڑھی ۔ حضرت علی نے بھی تراویح کبھی نہیں پڑھی ۔ اسی طرح بہت سے امور ہیں ۔ جن میں رسول کی وفات کے بعد معتقدات میں ردّ و بدل ہوئے مگر حضرت علی نے متبدلہ امور کی پیروی نہیں کی نہ زید بن ثابت قاضی کے فتوؤں پر عمل کیا ۔ بھلا حضرت علی جیسا متبحر عالم اور رسول کا تعلیم کردہ ۔ تربیت یافتہ سوا کلام خدا اور رسول برحق کے کیوں کسی کی پیروی کرنے لگا تھا ۔ بلکہ بزمانہ خلافت ثانیہ حضرت علی کے مشوروں پر متعدد فقہی فیصلے ہوئے ۔ جب ہی تو حضرت عمر نے کہا ۔ لولا علیٌ لھلک عمر یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوتا ۔ جب سے عالم شہود میں جلوہ فرما ہوئے اور جب تک رسول مقبول زندہ رہے ۔ کسی حالت میں اپنے برادر عم زاد کا ساتھ نہ چھوڑا اور بعد وفات رسول مقبول حضرت علی جسد اطہر کو چھوڑ کر دُنیا کے دھندوں میں مصروف نہیں ہوئے ۔ تجہیز و تکفین انہوں نے کی ۔ اوروں کی نسبت مولانا روم کہتے ہیں ؎

اہل دنیا کار دنیا ساختند　　مصطفےٰ را بے کفن انداختند

علی کی نسبت فیضی کے کلیات میں کیا پُر معنی شعر ہے ؎

امامے کہ روز وفات پیمبرؐ　　خلافت گذارد بہ ماتم نشیند

حضرت علی نے دعوت قریش میں جبکہ پچاس ساٹھ کفار قریش کی رسول نے دعوت کی تھی - جو وعدہ نصرت کا کیا تھا - وہ پورا کیا - اِس دعوت کی کیفیت مسلم مورخوں کی تاریخوں میں بہت تفصیل سے ہے - علاوہ اِس کے متعدد یورپین مورخوں نے جہاں حضرت علی کا تذکرہ تعریف و توصیف سے کیا ہے اِس دعوت کے حالات بھی لکھے ہیں - گو با لفاظ مختلف ہیں - مگر ہم معنی ہیں - جن یورپین مورخوں نے حالات لکھے ہیں - اِن میں سے بعض کے ناموں کے ساتھ ان کے بیان کا خلاصہ درج کرتا ہوں مشہور مورّخ گبن - جان ڈیوینپورٹ - ڈاکٹر ایڈورڈ رسل - اسٹینلے لین پول - مسٹر کین - واشنگٹن آرونگ - میجر آسبورن - ٹامس کارلائل وغیرہ - ہم نے اپنی تصنیف میں حضرت علی کی بہت ثنا و صفت کی ہے جو بالکل حق بجانب ہے ان لوگوں نے دعوتِ قریش کے جو حالات مختلف الفاظ میں بیان کئے ہیں - اس کا لب لباب یہ ہے - دعوت میں سادہ کھانا کھلانے کے بعد محمدؐ کھڑے ہوگئے اور منجانب خدا پیغمبر ہونے کا اعلان کیا اور وہ خطبہ جو فصاحت میں مشہور ہے - حاضرین کو مخاطب کر کے سُنایا اور فرمایا - تم میں سے کون ایسا ہے جو میرے بوجھ کو اُٹھائے تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا لفٹنٹ اور وزیر ہونا چاہتا ہے - حاضرین پر سکوت طاری ہوا اور سب متحیّر بیٹھے تھے - اِس خطرناک عہدہ کو قبول کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی - نوجوان علی نے جن کی عمر ۱۶ - ۱۷ سال کی تھی - کھڑے ہو کر کہا - گو باعتبار عمر کے میں سب سے چھوٹا ہوں - بہ حیثیت ٹانگوں کے سب سے پتلا ہوں - مگر

اے رسول خدا! میں آپ کی مدد کروں گا - جہاں آپ کا پسینہ ٹپکے گا - وہاں میں اپنا خون بہاؤں گا - جو آپ کا مقابلہ کریگا - میں اس کے دانت توڑ دوں گا - میں اس کی آنکھیں نکال لونگا - میں اس کے پاؤں قطع کر دوں گا - رسول نے باہیں گلے میں ڈال کر حضرت علی کو سینے سے لگایا اور فرمایا - لوگو دیکھو میرے بھائی کو میرے جانشین کو سب کو چاہیئے کہ ان کی بات کو سُنیں اور اس پر عمل کریں - اہل قریش نے قہقہہ لگایا اور تمسخر آمیز لہجہ میں علی کے باپ سے کہا - اپنے فرزند کے آگے سر جھکاؤ - اور اس کا کہنا مانو ٭ ٹامس کارلائل نے اپنی مشہور کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ میں لکھا ہے - یہ جوان علی ایسا شخص تھا - جس کو ہر ایک شخص ضرور پسند کرے گا - کم عمری میں جو عہد نصرت کیا تھا - اس کو پورا کیا - اس کی باتوں سے جو ہمیشہ ظہور میں آتی رہتی تھیں معلوم ہوتا تھا - بڑا خلیق - فاضل حد درجہ کا باوفا ہے - اسکی شجاعت وجوانمردی عجیب انداز کی تھی - پھر یہ بھی کہتا ہے کہ جس معاملہ میں لوگوں نے مضحکہ اڑایا تھا - اس کو علی نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا ٭ ڈاکٹر ایڈورڈ رسل کہتا ہے - ہر حالت میں سفر حضر رزم بزم میں رسول کا ساتھ علی اور ان کے باپ نے دیا - تاریخ اسلام نیسرا نام پیش نہیں کر سکتی ہے ڈاکٹر ایڈورڈ رسل بہ تحقیق یہ بھی کہتا ہے کہ رسول کے آخری لمحات زندگی علی کے زانو پر ختم ہوئے ٭ رابرٹ پول نے اپنی تصنیف اسٹیڈیز ان محمڈنزم میں لکھا ہے کہ تاریخ اسلام میں لفظ وزیر کا محمدؐ نے پہلی دفعہ استعمال کیا - جب یہ فرمایا یا علیؑ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ -

علی بوقتِ ہجرت جان پر کھیل کر رسول کی چادر اوڑھ کر بستر رسول پر سوئے۔
مہد سے لحد تک اسلام کی خدمت کی۔ کُل غزوئوں میں ذوالفقار علی تھی۔ جس نے
اسلام کا بول بالا رکھا۔ کیسے کیسے شجیع اور گرانڈیل دیو پیکر کفار قریش و یہود۔ مثلاً
عمر ابن عبدود۔ مرحب و عنتر جیسے مشہور پہلوانوں کو ایک ہی وار میں داخل جہنم کر دیا
عمر ابن عبدود ایک ایسا دیو پیکر اور بہادر تھا کہ تین تین سو کے جتھے بچہ شتر کو سپر
بنا کر تنہا بھگا دیا۔ لیکن حضرت علی کا جن کی عمر اس وقت اٹھارہ انیس سال
کی تھی۔ غزوہ خندق میں مقابلہ نہ کر سکا[۱]۔ اس پر کسی کا یہ کہنا کہ حضرت علی اپنے برابر
والوں سے لڑا کئے۔ کس قدر تمسخر آمیز و مبنی بہ نفسانیت و جہالت ہے اور بلا حوالہ
سند یہ شگوفہ تو یہ کہہ کر کھلایا ہے۔ کہ حضرت علی نے خود فرمایا کہ مجھ سے شجاع تر فلاں
شخص ہے۔ کیونکہ میں اپنے برابر والوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ دروغ گویم بر روئے
تو۔ کسی غزوہ میں حضرت علی رسول کو تنہا[۲] چھوڑ کر نہیں بھاگے۔ نہ دُور سے سیر
دیکھتے رہے۔ درِ خیبر کو دو انگلیوں سے اکھیڑ پھینکا۔ جس کو [۲] بہتر آدمی سیدھا
نہ کر سکے۔ غزوہ خیبر میں جب دوسرے اشخاص ناکام واپس آئے تو رسول نے فرمایا
کل میں ایسے شخص کو عَلَم دونگا۔ جس کو خدا اور اس کا رسول پیار کرتا ہے۔ اور جو خود خدا
اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دِن رسول نے حضرت علی کے

ع[۱] اس لڑائی کے متعلق حاکم نے مستدرک میں رسول خدا سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ ضربۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ۔ ع[۲] احد وغیرہ میں ساتھ نہ دینے والوں کا نام معارج النبوت وغیرہ میں دیکھو۔

سپر دنشان فوج کیا - اور وہ فاتح خیبر ہوئے کسی غزوے میں منہ نہ موڑا - اس لئے آپ کا لقب حیدر کرار غیر فرار ہے - جس وقت کہ مرحب کو داخل جہنم کیا اور قلعہ خیبر فتح کیا - حضرت علی علیل تھے ؎

جھنکار تری تیغ کی آتی ہے ابھی تک ‏ ‏ ‏ اے شیر الٰہی عربستان کی فضا سے
کفار نے جس دم کہ مبارز طلبی کی ‏ ‏ ‏ نکلا نہ کوئی تیرے سوا فوج غدا سے

لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفَقَار آپ ہی کی شان میں ہے سورۂ ہل اتیٰ بھی آپ ہی کی شان میں ہے - بعد فتح مکہ معظمہ لات ومنات وغیرہ ۳۶۰ بُت خانہ کعبہ کے حضرت علی نے رسول کے دوش مبارک پر قدم رکھ کر توڑے تھے - پشت مبارک پر جہاں مہر نبوت تھی جس کو دیکھنے اور بوسہ دینے کے لئے بڑے بڑے لوگ مشتاق رہتے تھے - اس پر علی کے قدم رہے - اللہ اکبر - کیا مرتبہ علی کا ہے

(شعر)

تو زنی بر دوش نبی قدم فگنی بتان از حرم ‏ ‏ ‏ حرم از وجود تو محترم زصفا صفا تو صفا کنی

(شعر)

خانہ اللہ میں حیدر کی شوکت دیکھنا ‏ ‏ ‏ پاؤں کے نیچے ہے وہ مہر نبوت دیکھنا

قاسمی گوناباد ی نے اپنے مختصر شاہنامہ میں اسی مطلب کو یوں ادا کیا ہے ؎

خلیلے کہ نار ازل نور اوست ‏ ‏ ‏ کلیمے کہ کتف نبیؐ طور اوست

عالی نسبی - تبحر علمی - شجاعت - سخاوت - عبادت - ریاضت - عدالت -

نصفت پسندی بے مثل و بے نظیر حضرت علی کو باری تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ جب ہی تو رسول نے اپنی دامادی کا شرف دیا۔ تلوار کے ایسے دھنی تھے۔ کہ خدا نے ذوالفقار دی سے علی کا مرتبہ اللہ اکبر۔ خدا نے تیغ دی احمد نے دختر

حضرت رسول مقبول صلعم نے حضرت علی کا عقد نکاح جو اپنی صاحبزادی گوشہ جگر سے کیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑی فضیلت حضرت علی کی ہے۔ دنیا کا دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اور ہندوستان کے شریف گھرانوں میں بھی یہی دستور رہے۔ کہ لڑکے کی شادی میں لڑکے والے لڑکی کے متعلق شرافت نجابت حسب نسب اور چال چلن اور اخلاق وغیرہ کی چھان بین اس قدر نہیں کرتے۔ جس قدر کہ لڑکی والے کرتے ہیں۔ کیسی بھی لڑکی ہو اگر لڑکے کو پسند ہو تو والدین بیاہ لاتے ہیں۔ مگر لڑکی کے خاوند کے لئے بڑی کرید اور چھان بین کرتے ہیں اور جس کا سبب عوام یہ بتلاتے ہیں۔ کہ مرد ذات کے لئے تو چار نکاح جائز ہیں۔ اگر ایک بیوی حسب نسب چال چلن کی اچھی نہیں نکلی تو لڑکا دوسری کر لائے گا یا طلاق دیدیگا مگر لڑکی تو ایسا کرنے سے رہی اس کا تو ایک ہی شوہر اور جنم جنم کا ساتھ اِس لئے والدین عالی نسب جنچا ہوا۔ خاندان لڑکے کے صفات پاکیزہ دیکھ کر اور مناسبت عمر کا خیال کر کے لڑکی دیتے ہیں۔ لیکن کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا ہے بعض اوقات لڑکی سے چوگنی عمر کے شخص کو اور بعض اوقات بلالحاظ اختلاف مذہب و ملت بھی لڑکیاں دی جاتی ہیں۔ وہ کسی مقصد کے تحت۔ جس طرح ہندوستان

میں اکبر اعظم مسلمان شہنشاہ کو راجپوتانہ کے راجپوت راجاؤں نے ڈولے بھیجے تاکہ رشتہ و پیوند ایک بڑے شخص سے ہو۔ مال و متاع ہاتھ آئے لیکن یہ کلیہ کے خلاف ہے۔ اور کلیہ بغیر مستثنٰے کے بنتا نہیں ہے۔ لوگ اس پر بھی فخر کرتے ہیں کہ فلاں خاندان کی بیٹی میرے گھر آئی۔ مگر میں نے اپنی بیٹی نہیں دی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بیٹی دینے اور کسی کی بیٹی لینے میں کتنا فرق ہے۔ جب ہی تو بہت سے پیغامات حضرت سیّدہ کے رسول پاک نے منظور نہیں فرمائے۔ کیونکہ انکو اپنا ہم جم برابر والا اور جن صفات کا داماد چاہتے تھے۔ وہ باتیں اُن میں نہیں پائیں۔ جس طریقہ سے حضرت علی کا پیغام منظور فرمایا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول پاک اِس امر کے خود متمنی و منتظر تھے کہ حضرت علی پیغام دیں۔ کیونکہ پیغام دیتے ہی فوراً منظور فرمایا۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ سے دریافت فرمایا وہ خاموش رہیں۔ جو بمنزلہ رضامندی ہے۔ اور یہ پیغام کیوں نہ منظور ہوتا۔ یہ رشتہ ہی بے مثل تھا۔ ایک طرف حضرت علی کی عالی نسبی پھر حضرت علی کے بے مثل اوصاف کا انسان ملتا کہاں دوسری جانب دلھن رسول پاک کی گوشۂ جگر جن کی شادی عرش پر خدا نے خود حضرت علی سے کر دی تھی۔ لہٰذا حضرت علی کے لئے حضرت سیدہ خاتونِ جنت کا شوہر ہونا ایسی فضیلت و شرف کا باعث ہے۔ جس کا جواب ناممکن ہے۔ شادی کے بعد رسول مقبول نے حضرت فاطمہ سے فرمایا۔

"اے فاطمہ بشارت باد ترا یہ پاکیزگی نسل بدرستی کہ خدائے تعالیٰ فضیلت نہاد شوہر ترا بر سائر خلق" دیکھو شواہد نبوّت ملا جامی صفحہ ۹۸ مطبوعہ بمبئی۔ "بر سائر خلق" کے

الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ رسول مقبول کے نزدیک حضرت علی کو تمام دنیا پر فضیلت حاصل ہے۔ ایسی حالت میں جو شخص حضرت علی پر کسی کو فضیلت دے یا اُن سے افضل سمجھے تو وہ رسولِ خدا کے قول سے منحرف ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب تحفۂ اثنا عشریہ خود اپنے رسالہ موسوم "بہ جوابات سوالات عشرہ شاہ بخارا" میں لکھتے ہیں "تفضیل حضرت مرتضیٰ علی در جہاد سیفی و سنانی و فن قضا و کثرت روایت حدیث و ھاشمیہ و حنفیہ لا سیماً زوجیت بر حضرت صدیق اکبر قطعی است" جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ کہاں تک حضرت علی کی فضیلتیں گنائی جائیں۔ پدر جس کا حضرت ابوطالب جو پیغمبر کا چچا اور مربی تھا۔ اسلام کا حامی تھا اور علی خود حسنین کے پدر اور کل سادات کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ مجرد ایک یہ امر کہ رسول مقبول نے حضرت علی کو جو یہ اختیار دیا تھا کہ بعد وفات رسولؐ ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں حضرت علی طلاق دیں اور وہ طلاق بمنزلہ طلاق رسول ہو۔ کس قدر بلند پایہ امر ہے اور اس سے بھی حضرت علی کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ جنگ جمل میں حضرت علی نے اس اختیار کی دھمکی دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ گو علی مرد میدان تھے اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ خطرہ سے بچ کر خود تو اپنی جگہ محفوظ رہیں اور لشکریوں کو کسی سپہ سالار کے تحت میدانِ جنگ میں بھیجیں اور ماریں سپاہی۔ نام حوالدار کا ہو۔ بلکہ ہمیشہ میدانِ جنگ میں سینکڑوں کا مقابلہ اپنی ذوالفقار آبدار سے کیا۔ مگر جن غزوات میں رسالت مآب کی زندگی میں اور بعد وفات رسول جنگ صفین و جنگ نہروان و جمل میں جو حضرت نے تلوار اُٹھائی وہ مجبوری کی حالت میں

جبکہ دین اسلام اور اُن کی ذات پر حملہ ہوا تو حفاظتِ دین و حفاظت خود اختیاری میں تلوار اُٹھائی - انگریزی زبان میں جس کو (ڈفنسیو) کہتے ہیں - یعنی مدافعتی جنگ کی اور خود سبقت نہیں کی - جارحانہ جنگ نہیں کی - یعنی (اوفنسیو) خود حملہ آور نہیں ہوئے - یہ بڑی دلیل حضرت کی نصفت پسندی، رحمدلی کی اور حکم خدا کی پیروی کی ہے - خدا فرماتا ہے کہ تلوار اس وقت اُٹھاؤ - جبکہ کوئی تمہارے گھر سے یا وطن سے تم کو نکالے یا تمہارے مذہب پر حملہ کرے وغیرہ وغیرہ - زبردستی کے کشت و خون سے ہمیشہ علیحدہ رہے - بعد وفات رسالت مآب بہت صعوبتیں برداشت کیں بقول مفتی مولانا ضیا یار جنگ

گماں نبود کہ بعد از وفات ختم رُسل　　　زمانہ منحرف از بوتراب خواہد شد

خود خونِ دل پیا - مگر دوسروں کا خون نہیں بہایا اور اسلام کا ڈوبتا بیڑا بچا لیا - اِس سے بڑھ کر رواداری اور کیا ہو سکتی ہے - حضرت علی کے مدارج بے پایاں ہیں - سورۂ برات کو سُنانے اور اس کی تفہیم مکہ معظمہ میں کرنے کے لئے پہلے یہ خدمت حضرت ابوبکر کے سپرد رسُول نے فرمائی - مگر نصف رستہ سے ان کو لوٹا لیا - اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم جاؤ - اور اس کام کو انجام دو - اِس ردّ و بدل کا جب سبب لوگوں نے دریافت کیا تو رسول نے فرمایا کہ باری تعالیٰ کے حکم کی میں نے تعمیل کی - کیونکہ ارشادِ خداوندی یہ ہوا ہے کہ جو تمہارے مثل ہو - اس کو بھیجو - میں نے اس لئے علی کو بھیجا (دیکھو مناظر المصائب مؤلفہ شمس العلما امداد امام مرحوم و خصائص نسائی)

خم غدیر میں ستر ہزار کی موجودگی میں پیغمبر خدا نے اونٹوں کے کجاؤں پر کھڑے ہو کر حضرت علی کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر پہلے علی سے مخاطب ہو کر فرمایا لحمک لحمی دمک دمی یعنی میرا گوشت تمہارا گوشت ہے میرا خون تمہارا خون ہے پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا منکنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس کا میں مولا اس کے علی مولا ہیں جس پر حضرت عمر نے یوں مبارکباد دی بخ بخ یا علی اصبحت مولای و مولا کل مومنین و مومنات مبارک ہو اے علی آپ کو آج سے آپ میرے بھی مولا اور جملہ مسلمان مرد وزن کے مولا ہیں۔ اس واقعہ کا ذکر متعدد مستند و معتبر تاریخوں میں ہے علاوہ ازیں امام غزالی نے "سرالعالمین" میں بھی ذکر کیا ہے۔ ماسوا اس کے یہ مقولہ حضرت عمر کا لولا علی لھلک عمر صاف بتلا رہا ہے کہ حضرت علی ہلاکت سے بچا لیتے تھے۔ غدیر خم ہی کے موقعہ پر رسول نے یہ بھی فرمایا تھا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنی یا خدا تو دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن ہو اس کا جو علی کا دشمن ہو قبل اس واقعہ کے ایک آیہ نازل ہوا بلغ ما انزل الیک الی آخرہ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اے رسول! تم نے ایک کار سترگ اب تک نہیں کیا ہے جس کا انجام دینا تم پر واجب ہے۔ ورنہ تم ذمہ وار رہو گے۔ آخر وہ کون کام تھا۔ جو تئیس برس کی مدت میں رسول سے انجام نہیں پایا تھا۔ کلام پاک کا کلاً نزول ہو چکا تھا۔ روزہ نماز وغیرہ کی تدوین ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے اس کام کا اشارہ وصیت کی طرف تھا۔ چنانچہ اس کام کے بعد ہی آیہ[1] الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوا۔

---

[1] مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں اس آیہ کی شان نزول بجائے غدیر خم عرفات اور بجائے ۱۸ ذی الحجہ ۹ ذی الحجہ

نازل ہوا ۔ دین مکمل کر دیا گیا ۔ وصیت کی تکمیل ختمی مرتبت نے فرمادی ۔ لفظ مولا کے معنی کی مختلف تاویلیں اور تعبیریں کی جاتی ہیں ۔ مگر کیا خوب حل اس شعر نے کیا ہے

علی مولا در آں معنی کہ پیغمبر بود مولا عبث در معنیٔ من کنت مولاہ بدی ہر سو

غرض رسول جس معنی میں مولا سمجھے جائیں ۔ اسی معنی میں علی بھی مولا ہیں ۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسالت مآب نے حضرت علی کو برابر کا درجہ عطا فرمایا اور الفاظ لحمک لحمی ودمک دمی و نفسک نفسی سے متحد کرکے ایک جسم و جان کر لیا ۔ رسول نے فرمایا انا و علیٌّ من نورٍ واحد میں اور علی ایک نور سے ہیں ۔ کبھی فرمایا کہ الناس من شجرۃ شتی و انا و علی من شجرۃٍ واحدۃ لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں مگر میں اور علی ایک درخت کی شاخیں ہیں ۔ لفظ لحمک لحمی کے حقیقی معنی حضرت نظام الدین سلطان الاولیا محبوب الٰہی کے اس قصیدہ کے مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہے جو حال میں رہبر دکن میں چھپا تھا ؎

ایں ہر دو تن یکے ست یکے را مبین دوتا دانی حدیث لحمک لحمی زبہر چیست

اسی مطلب کو فیضی نے یوں ادا کیا ہے ؎

بشاہ اولو العزم توام نشنید وصی نبی آں کہ در صلب فطرت

رسول نے کبھی فرمایا علیٌّ منی و انا منہ وھو ولی کل مومن بعدی

تاریخ لکھی ہے جو مستند تاریخوں کے خلاف ہے ۔ اور بلحاظ اپنے مفروضہ حساب کے تاریخ وفات رسول سیرۃ النبی میں یکم ربیع الاول لکھی اور برخلاف اس کے الفاروق میں ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے ۔ اس حق پوشی کا کیا علاج ہے علامہ جلال الدین سیوطی اہلسنت تفسیر در المنثور جلد ۳ میں لکھتے ہیں کہ غدیر خم میں رسول اکرم حضرت علی کو جب وصی کہہ چکے ۔ ہنوز مجمع

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرے بعد کل مومنین کے مولا علی ہونگے دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۳۷۵ مصنفہ علامہ جمال الدین سنی محدث۔ کبھی فرمایا

النظر الیٰ وجہ علیؑ عبادۃ علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے ؎

باشد ایمان مسلمان مصحف روئے علی سجدہ گاہ ماست محراب دو ابروئے علی

خم غدیر میں رسول پاک نے حضرت علی کو اپنا وصی مقرر کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔

علیؑ حبہ جنہ قسیم النار والجنۃ

وصی المصطفیٰ حقا امام الانس والجنۃ

علی کی محبت سپر ہے۔ علی ہی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنیوالے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ رسول کے وصی علی ہیں۔ اور انسان و جنات کے امام بھی ہیں۔ حقیقت میں امام انس کے علاوہ جنات کے بھی امام حضرت علی ہیں۔ کیونکہ جب اوروں نے بیرالالم کے جنوں کے درمیان جانے اور خطرہ میں پڑنے سے انکار کیا۔ تو حضرت علی کو رسول نے حکم دیا کہ وہ جنوں میں جا کر تبلیغ اسلام کریں اور پانی لائیں۔ چنانچہ حضرت علی گئے اور ہزاروں جنوں کو داخل اسلام کیا اور پانی لائے۔ حدیث ثعبان سے اژدھے کو بالائے منبر اثنائے وعظ حضرت علی کے پاس کئی دفعہ آنا اور گوش مبارک میں کچھ کہکر واپس جانا ظاہر ہے۔ حضرت موسیٰ کی شان میں اصدق الصادقین کا فیصلہ ہے

منفرق نہیں ہوا تھا۔ کہ ایت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی۔ اس وقت سے سلسلہ آیات قرآنی کا موقوف ہوا ہ

مگر وہ اژدھے سے ڈرے اور لاتخف کہنے کی ضرورت ہوئی۔ مگر علی کبھی نہ ڈرے کیونکہ جنوں کے امام ہیں۔ حضرت علی کی تعریف میں امام شافعی کا یہ بھی قول ہے۔

علیٌّ الدُّر والذہب مصفا باقی الناس کلہم تراب

جس کے معنی یہ ہیں کہ علی دُر ہیں اور مصفٰے طلا ہیں اور باقی کل انسان مٹی ہیں۔ ان کی ذیل کی رباعی میں عجیب حقائق منظوم ہیں

کفی فی فصل مولانا علیٌّ وقوع شک فیہ انا اللہ

ومات الشافعی لیس یدری علیٌّ ربہ ام ربہ اللہ

(ترجمہ) حضرت علی کے فضائل میں مطلق شک کی گنجایش نہیں۔ شافعی مر گیا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ علی اس کے رب ہیں یا اللہ اس کا رب ہے۔ مولانا عبدالرؤف وحید سنی حنفی اپنی تصنیف جواہرِ منتخب میں منقبت جناب امیر میں فرماتے ہیں

تاج سرِ اولیا علی دان تو علے جان تن اصفیا علی دان تو علے

شاہِ دو جہان است علی اعلیٰ ماہ فلک عُلا علی دان تو علے

مسٹر عبداللہ خان صاحب متخلص بہ مجید سنی حنفی ساکن حسین گنج لکھنو فرماتے ہیں

نظم

وہ جس کی غلامی میں ہر اک ولی ہے علی ہے علی ہے علی ہے علی ہے

شریعت کا کلمہ طریقت کا جملہ حقیقت کا طغریٰ بخط جلی ہے

سخاوت کا چشمہ شجاعت کا دریا ولایت کا اک بحرِ اعظم علی ہے۔

غریبوں کا ملجا فقیروں کا ماوا | غلاموں کا آقا بڑا ہی سخی ہے
منوّر نہ ہو چہرہ کیوں مہر و مہ کا | کہ خاکِ رہِ مرتضیٰ جب ملی ہے
جسے لوگ کہتے ہیں کوچہ علی کا | وہ کاشانۂ مصطفےٰ کی گلی ہے
عیاں رازِ ربی نہ ہو اس پہ کیونکر | محمدؐ کا ہمدم خدا کا ولی ہے
لدنی کے مکتب کا اعلیٰ مدرس | جہاں کا ہر اک مبتدی منتہی ہے
وہ الفقر فخری کا صورت مجسّم | بظاہر تو مفلس بباطن غنی ہے
ولادت میں کعبہ شہادت میں مسجد | خوشا موت اس کی خوشا زندگی ہے
جسے چاہے جو بخش دے ایکدم میں | خزانہ میں اس شاہ کے کیا کمی ہے
عجب کیا بشر پہنچے عرش بریں تک | اگر سربسر خاک پائے علیؑ ہے
علی و محمد ہیں اک جاں دو قالب | علی ہے محمد محمد علی ہے

مجیدؔ اب تو سب مشکلیں ہوں گی آساں
کہ مشکل کشا تیرا مولا علی ہے

علاّمہ بعدیل سید عبدالجلیل بلگرامی مرحوم و مبرور سابق گورنر سیستان کے
ایک مدحیہ قصیدہ میں سے کچھ تھوڑے اشعار اس جگہ درج کرتا ہوں ؎

اسد اللہ سرور غالب | ذات پاکش نظیر قرآن است
حجۃ اللہ در زمین و زماں | از خدا بہر خلق برہاں است
وحدت لحم و دم چنین باشد | ایں عجب اتحاد باشان است

بانبی نسبت نیابت او — ہمچو ہارون بو رعمران است
خبر علی کز نبی اخوت یافت — ایں شرف را کدام شایاں است
گر ز قرآن دلیل میخواہی — سورۂ پاک آل عمران است
مصطفٰے کعبہ مرتضٰے در او — کعبہ را راہ از در ایشان است
اہلبیت اند ہمچو کشتی نوح — ذات او زاں میاں سکان است
بہر سکاں کشتی ایں سکاں — در حوادث ماں ز طوفاں است
حب او جنت است و فردوس است — بغض او دوزخ است و نیراں است
کردہ ام بعیت تو در ردیا — ایں سعادت ز فضل رحمان است
دست عبدالجلیل و دامن تو — التماسش نجات و غفران است

حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

آں را کہ دوست علی نیست کافر است — گو زاہد زمانہ و گو شیخ را باشں

یہ شعر بھی اسی غزل کا ہے ؎

امروز زندہ ام بولائے تو یا علے — فردا بروح پاک اماماں گواہ باش

شب معراج کی صبح کو جب حضرت علی نے پیغمبر خدا سے از خود بعض حالات عرض کئے۔ تو پیغمبر خدا مسکرائے۔ اس واقعہ کی طرف حافظ شیرازی نے اِس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ ؎

سِرِ خدا کہ عارف کامل بکس نہ گفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

ساقی کوثر کو بادہ فروش کس پیار سے کہا ہے ؎

مناقب علی ابن ابی طالب میں حضرت سعدی کے یہ اشعار آبدار قابل دید ہیں۔

کیست بعد از مصطفیٰ مولائے ما الا علیست | برگزیدہ خلق اکبر عالم یکتا علیست
ساقی روز قیامت صاحب حوض و لوا | والد شبیر و شبر شوہر زہرا علیست
شہسوار روزِ میدان صفدر لشکر شکن | قاتل کفار خیبر صاحب ہمتا علیست
آفتاب از رام مشرق باز گشت از حکم او | تا بجا آورد امر ایزد دانا علیست
پائے بر کتف محمدؐ چوں بہ امر او نہاد | بر گرفت از بام کعبہ جملہ بتہا را علیست
زد بنام خالق بے چوں بنام مصطفیٰ | سکۂ پیغمبری در کسوت طغریٰ علیست
چتر دار مصطفیٰ در صورت باز سفید | در شب معراج سبحٰن الذی اسریٰ علیست
دست صدق از دامن حب علی کوتہ مکن | زانکہ دارد در دو عالم عروۃ الوثقیٰ علیست

سعدیا شیراز یا آخر چہ می پرسی بگو
کیست بعد از مصطفیٰ مولائے ما الا علیست

ذیل کے اشعار بھی سعدی کے ہیں۔

چون بحکم خالق بیچوں کشادم لام و ب (الب) | لب بہ بندم یک نفس از مدح عین و لام و یے (علی)
عین و لام و یے بعالم ہیچ میدانی کہ کیست | آنکہ بر جستہ از وہرگز نگفتہ نون و ہ
صف شگاف لشکر یکران علی المرتضیٰ | دشمنش را صد ہزاران لام و عین و نون و ت (لعنت)
لام و عین و نون و ت باور ندارد بہر او | چوں خورند از دست حیدر روز محشر میم و ی (مے)

می خورم از دست حیدر روز محشر زین سبب | گفتہ ام ور دزبان را ذکر عین ولام وی
عین ولام وی بدل دارم مگر گوئید خلق | ایں سعادت نیست یہ بر سین وعین و دال و ی

حضرت سعدی کے یہ اشعار بھی قابل دید ہیں ۔

کس راچہ زور وزہرہ کہ وصف علی کند | جبّار در مناقب او گفت ہل اتے
فردا کہ ہر کسے بہ شفیعے زنند دست | مائیم و دست و دامن معصوم مرتضےٰ

حضرت سعدی بھی حضرت علی مولائے دوجہان کو معصوم سمجھتے تھے جس طرح حضرت شیخ فریدالدین عطار حضرت علی کو معصوم سمجھتے تھے ۔ ملاحظہ ہو مثنوی منطق الطیر کا یہ شعر جو منقبت جناب امیر میں ہے ؎

مرتضےٰ ومجتبےٰ جفت بتول | خواجۂ معصوم داماد رسول

پھر سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

اگر پرسد از من خدائے کریم | بحُب کہ بردی بسر زندگی را
کہ مولات بود وکرا بندہ بودی | بگویم علی باز گویم علے را

پھر فرماتے ہیں ؎

بسوئے کعبہ رود شیخ من بسوئے نجف | بہ رب کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف
تفاوتے کہ میاں من است وایں است | کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

چہار مقالہ مصنفہ نظامی عروضی سمرقندی میں مندرجہ ذیل اشعار منقبت جناب امیر علیہ السلام میں فردوسی طوسی کے ہیں ؎

خداوند گیتی چو دریا نہاد | برانگیختہ موج از و تند باد
چو ہفتاد کشتی درو ساختہ | ہمہ بادبان ہا برافراختہ
میانہ یکے خوب کشتی عروس | برآراستہ ہمچو چشم خروس
پیمبر بدو اندرون با علی | ہمہ اہلبیت نبی و وصی
اگر خلد خواہی بدیگر سرائے | بنزد نبی و وصی گیر جائے
گرت زیں بد آید گناہ من است | چنین دان و ایں راہ راہ من است
برایں زادم و ہم برایں بگذرم | یقیں داں کہ خاک پئے حیدرم

غالب کا غلو ان شعروں سے معلوم ہوتا ہے ؎

عاشقم لیکن ندانی کز خرد بیگانہ ام | ہوشیارم با خدا و با علی دیوانہ ام
منصور فرقہ اسد اللہیاں منم | آوازہ انا اسد اللہ بر افگنم

فیضی کا تولائی ہونا اِس شعر سے بھی ظاہر ہوتا ہے ۔

خوشا ساحت ارض دلہا کہ دروے | نہال ولائے تو محکم نشیند

صائب کے اِس شعر سے اس کے عقیدہ پر روشنی پڑتی ہے

از در شاہ نجف روئے مگرداں صائب | ہر کہ شد دور ازیں راہ بخدا نزدیک است

وفائی کہتا ہے ۔

باز دیوانہ شوم زنجیر کو | من علی اللّٰہیم تکفیر کو

واضح ہو کہ وفائی شاعر نصیری نہ تھا ۔ اثنا عشری شیعہ تھا مثنوی باغ

مراد میں جو نعت سرورِ کائنات حضرت امامی مرحوم میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے جدِ اعلیٰ نے لکھی ہے۔ اس کا یہ شعر کس قدر پر لطف ہے۔

زر ویش نقش فیروزی جلی بود　　　یکے از معجزات او علی بود

اسی قول کی تائید میں حکیم بوعلی سینا یہ کہتا ہے۔ کہ رسول مقبول کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ علی جیسا محیر العقول انسان ان کا تابع فرمان تھا۔

ملا کاشی علیہ الرحمۃ نے اپنے ہفت بند میں جو حضرت علی کی تعریف فرمائی ہے قابل ملاحظہ ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے۔

السلام اے سایۂ ات خورشید رب العالمین　　　آسمان عز و تمکیں آفتاب داد و دیں

اس کی تتبع میں سید مرتضیٰ نواب صاحب عظیم آبادی نے جو ہفت بند لکھا ہے۔ اس کے ایک بند کے چند اشعار یہ ہیں ؎

السلام اے اول ایجاد رب العالمین　　　مظہر شان الٰہی نفس ختم المرسلین
حافظ ارض و سما و تخت و فوق و عرش و فرش　　　مصدر افعال قدرت مرکز دنیا و دین
معدن حسن فضائل عالم علم لدن　　　مفتیٔ حکم خدا و قاضیٔ شرع بین
مشرق مہر ولایت مغرب ماہ دو کون　　　مقصد آیات باری مطلب حبل المتین
ماحیٔ ظلم و نفاق و قامع کفر و شرور　　　قاطع بنیاد نخل ناکثین و مارقین
زیب و زین منبر و پایہ عرش خدا　　　رافع قصر سما و مرکز ثقل زمیں
نقطہ پرکار فطرت دور عالم را محیط　　　نقطہ رمز رسالت سر قرآن مبین

سرور اولاد آدم سجدہ گاہ ممکنات　　پیشوائے دیں امام اولیں و آخریں

سید مرتضٰے نواب صاحب کا پورا ہفت بند نہایت خشوع وخضوع سے لکھا گیا ہے - بہت ہی پُرمغز فصیح و بلیغ باعتبار فن شاعری ہے ۔

مولانا روم فرماتے ہیں - ؎

اوخبو انداخت بر روئے علی　　افتخار ہر نبی و ہر ولی

اس مثنوی میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں - ؎

تو بہ تاریکی علی را دیدۂ　　زاں سبب غیرے برو گزیدۂ

من علی را روز روشن دیدہ ام　　زاں سبب غیرے براو نگزیدہ ام

یہ عجیب بات ہے کہ یہ شیخ صدیقی مشہور ہیں - مگر حضرت علی کے متعلق ان کا یہ خیال ہے - مولانا جلال الدین رومی کے چند اشعار دیوان کبیر ہیں سے درج ذیل کرتا ہوں

اے سرور مردان علی مستان سلامت میکنند　　وے صفدر مردان علی مستان سلامت میکنند

با قاتل کفار گو با دیں و با دیں دار گو　　با حیدر کرار گو مستاں سلامت میکنند

با درج دو گوہر بگو با برج دو اختر بگو　　شبیر و با شبر گو مستاں سلامت میکنند

با زین دیں عابد بگو با نور دیں باقر بگو　　با جعفر صادق بگو مستاں سلامت میکنند

با موسیٰ کاظم بگو با طوسی عالم بگو　　با تقیؑ قائم بگو مستاں سلامت میکنند

با تقیؑ مولا بگو با عسکری مہدی بگو　　با آن ولی مہدی بگو مستاں سلامت میکنند

با باد نوروزی بگو با بخت فیروزی بگو　　با شمس تبریزی بگو مستاں سلامت میکنند

اشعار بالا میں مولانا رومی نے اپنی عقیدت مندی کا اظہار دوازدہ امام علیہم السلام کے ساتھ جس طریقہ سے کیا ہے۔ اس سے اِس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اُن کے عقائد بھی اثنا عشری عقائد سے ملتے جلتے ہیں اور یہ بھی حضرت مہدی کی پیدائش تسلیم کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے اپنے پیر و مرشد مولانا شمس تبریزی کے بھی ثنا خواں ہیں۔ کیونکہ شمس تبریزی کی توجہ نے عارف کامل بنا دیا تھا۔ جس کا اعتراف وہ اس طرح کرتے ہیں۔

مولوی ہرگز نشد ملائے روم ۔۔۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

حضرت شمس تبریزی کے قصیدے کے چند اشعار جو منقبت جناب امیر علیہ السلام میں ہیں۔ درج ذیل کرتا ہوں:۔

تا صورت پیوند جہاں بود علی بود ۔۔۔ تا نقش زمین بود و زماں بود علی بود
شاہے کہ ولی بود وصی بود علی بود ۔۔۔ سلطان سخا و کرم و جود علی بود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن ۔۔۔ ہم عابد و ہم معبد و معبود علی بود
ہارون ولایت کہ پس از موسیٰ عمراں ۔۔۔ واللہ علی بود علی بود علی بود
ایں کفر نباشد سخن کفر نہ ایں است ۔۔۔ تا ہست علی باشد و تا بود علی بود
عیسیٰ بوجود آمدہ در مہد سخن گفت ۔۔۔ ایں نطق و فصاحت کہ بدو بود علی بود
آں لحمک لحمی بشنو تا کہ بدانی ۔۔۔ آں یار کہ او نفس نبی بود علی بود
آں شاہ سرفراز کہ اندر شب معراج ۔۔۔ با احمد مختار یکے بود علی بود

چنداں کہ نظر کردم و دیدم بتحقیقت — راز دو جہان مقصد و مقصود علیؑ بود
آں قلعہ کشائے کہ در قلعۂ خیبر — برکند بہ یک حملہ و بخشود علیؑ بود
آں کاشف قرآں کہ خدا در ہمہ قرآں — کردش صفت عصمت و بستود علیؑ بود
سرِّ دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں — شمس الحق تبریز کہ بنمود علیؑ بود

حضرت شمس تبریزی نے جو نشۂ مئے حبِّ علیؑ میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے اپنے جذباتِ حقیقی کا اظہار قصیدہ مندرجہ ذیل کے اشعارِ آبدار میں اس طرح کیا ہے۔

ساقی با وفا منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ — صوفی با صفا منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
عاشق مرتضیٰ منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ — مطرب خوش نوا منم دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
آدم با صفا توئی یوسفِ مہ لقا توئی — خضر رہ خدا توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
عیسیٰ مریمی توئی احمد ہاشمی توئی — شبیر نر خدا توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
شمس توئی قمر توئی بحر توئی و بر توئی — مالک خشک و تر توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
شاہ شریعتم توئی پیر طریقتم توئی — حق بحقیقتم توئی دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
ہم دم سید البشر راجع شمس والقمر — باب شبیر و ہم شبر دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
سید سرورم گفتہ بتو کہ ابن عم — لحمک لحمیست و دم - دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

آیۂ انما برت تاج ز لافتیٰ سرت
شمس غلام قنبرت دم ہمہ دم علیؑ علیؑ

ذیل کا قصیدہ اعتقادیہ ابوالحامد امام غزالی صاحب احیاء العلوم کا لائق ملاحظہ ہے

اَلْحَمْدُ لِمَنْ عَزَّ وَمَنْ جَلَّ جَلَالِیْ

(حقیقت میں) وہی (ذات) قابل حمد ہے جو سب سے زیادہ عزت و جلالت والی ہے

لا لایتلاؤ تعالیٰ یتلالیٰ

اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوسکتی ہے (اس لئے کہ) وہ آمیزش سے بزرگ و برتر ہے

حیٌّ ازلیٌّ اَحَدٌ ذات قدیم

وہ ہمیشہ زندہ و برقرار ہے ہمیشہ سے ہے۔ بالکل تنہا ہے اور اس کی ذات قدیم ہے

رَبٌّ عمدی سبق الکلِّ کمالِیْ

پروردگار بزرگ ہے اس کا کمال (ذات) سب کی کمالات سے بڑھا ہوا ہے

ذوالقوۃ ذوالقدرۃ ذوالفضل عظیم

(سب سے بڑی) قوت والا۔ قدرت والا۔ اور بزرگی والا ہے

ذُوالعزّ من اعتزّ به العزۃ نالیْ

ایسا عزت والا ہے۔ جس سے تمام خوش گذران عزت حاصل کیجاتی ہے

حفت بذوی العرش صفوف وصنوف

(ایسا صاحب عرش ہے) جسکی عرش کے چاروں طرف (فرمانبرداری کیلئے

الطّاعۃ یسعون رجالا و عجالیْ

بوڑھے اور جوان مخلوق عرش کی قسمیں صف باندھ کر گھوما کرتے ہیں

لا ملک و للملک بسوی مالک للملک

سوائے مالک الملک (خدا) کے نہ کسی کا ملک ہو سکتا ہے نہ ملکیت

لا یلحقه العقل ولا یلوز والی

نہ اس تک عقل پہنچ سکتی ہے۔ اور نہ اس کو زوال ہو سکتا ہے

لا غایة لا حادث لا وارث یرثه

نہ اس کی کوئی حد و غایت ہے اور نہ اسکی ذات گھٹنے بڑھنے والی ہے اور نہ اسکا کوئی وارث ہے

لا ثانی لا ثالث لا شریک تلالی

جو اس کی میراث لے نہ اسکا کوئی دوسرا ہے نہ تیسرا اور نہ شرک کی اسمیں آمیزش ہے

بالرّافة والرحمة والفضل یسمی

رحم مہربانی اور بزرگی کے ساتھ اس کا اسم پاک موسوم ہے

من غیر سمات قسم الوصف خیالی،

سوائے اس کے (خدا کے) اگر کسی غیر کے نام رکھے جائیں تو محض خیالی کہے جائینگے

بالقدرة والحکمة والعزّة تعزّز

وہ قدرت حکمت اور عزّت کی (بزرگیوں) سے عزّت یافتہ ہے

من شبهه بالذلّ فقد قال محالی

جس نے اس کو پستی سے نسبت دی اُسنے ایک محال عقل بات کہی

لا فوق ولا تحت ولا یمن یمینا

اس کا (مقام) نہ اُوپر کہا جا سکتا ہے نہ نیچے اور نہ سیدھے طرف

لا قدم ولا خلف ولا یسر شمالی

نہ اوس کے آگے (کہا جا سکتا ہے) نہ پیچھے اور نہ اس کی بائیں طرف

لا جد ولا قد ولا کد الیہ

اس کی طرف نہ کسی (کوشش) نہ کوئی عرض وطول اور نہ کسی سے خلش کی نسبت

لا خد ولا ند ولا ود بوالی

دی جا سکتی ہے نہ اس کے رخسار کہے جا سکتے اور نہ گفتار و محبت اسکو محیط کہی جا سکتی ہے

لا جسم ولا جو ولا شبہ بحالی

اس کے لئے نہ کوئی جسم نہ کوئی جوف اور نہ کوئی شبیہ وصورت بتائی جا سکتی ہے

لا قبل ولا بعد ولا اختال خیالی

نہ کوئی اس کے آگے سے نہ اس کے بعد اور نہ اسکے خیال و ارادہ میں خلل ہو سکتا ہے

بالرسل کرامہ وبدعاویہ قیامہ

تمام انبیائے بزرگ نے اسی کی دعوتوں کو قائم کیا ہے

بالامر وبالنھی من اللہ تعالی

احکام امر (بالمعروف) ونہی (عن المنکر) کیساتھ جو خدا کی طرف سے انکو ملا تھا

واختار علی الخلق رسول قریشی

اس نے تمام دُنیا کے لوگوں پر رسول قریشی کو (منصب رسالت پر) منتخب کیا

وازداد علی الکلِّ نیاحاً ونیالی

اور اس (اپنی تمام) کائنات سے عزت و بزرگی والا بنایا

من آدمؑ وادریسؑ ونوحؑ وخلیلؑ

آدم - ادریس نوح اور (ابراہیم) خلیل (اللہ) سے بھی

ھارونؑ وموسیٰؑ وبعیسیٰ بتلالی

ہارون موسیٰ اور عیسٰے سے بھی اس کو روشن تر بنایا

جبرئیلؑ ومیکائیلؑ امینان علیہ

جبرئیل اور میکائیل (ملائکہ مقربین) کو اس کا امین (محافظ) کیا

قد جاء لھدی وعلی الکل کمالی

اس کو ہدایت اور تمام کمالات پر فائز فرما کر مبعوث فرمایا

قوم قرشیٌّ عربیٌّ حرمیٌّ

وہ قریش سے ہے - عرب کا رہنے والا حرم محترم (مکہ) کا باشندہ

بالمومن برٌ وعلی المشرک غالی

اہل ایمان کے لئے احسان (کنندہ) اور مشرکوں کے واسطے بھاری ہے

استشفع للامۃ فی اللیل عروج

شب معراج اس نے امت کے لئے (خدا) سے شفاعت فرمائی،

مولاہ فولاہ نساءٌ ورجالِ،

(خدا نے) اس کو امت کا سردار بنایا اور تمام مرد اور عورتوں نے اسکی ولایت کو قبول کیا

مولاہ تبارکت بعزٍّ وعلوٍّ

خدا (تبارک وتعالٰی) نے اس کو عزت وعظمت کیساتھ سردار امت بنایا،

سُبحانکَ بیّنت حرامہ وحلالی

تسبیح (بزرگی) ہو خدا کے نام کی اس نے (اپنے رسول کے ذریعے) حرام وحلال کو دکھایا

مولاہ علیٌّ فاوالاہ ولیٌّ

علی کو (اس نے) مولا (اپنے سردار امت اور (اس) ولی کی تولا کا حکم دیا،

اوسل عن السّیف ولدین نیالی

جس کی (چمکدار) تلوار (امت کا) وسیلہ ہے اور دین کے لئے امید وہ

سعدان سعیدان حسنٌ ثم حسینٌ

وہ نیکو کاران اور سعادت مندان (امت) ہیں (پہلے) ایک حسن ہیں (دوسرے) ایک حسین ہیں

من انقض واعطے لھما الحقّ جمالیٌ

جب دونوں (بزرگوار دنیا سے) اٹھ گئے تو خدا نے (آخرت میں) انکو اعمال کی خوبی عطا کی،

یارب اطبھم واطب لی بولاھم

پروردگار خوشبودار کر ان کی (تربت کو) اور ان کی محبت کی وجہ سے میری خاک کو

ماھب نسیم ودع الارض غزالی

جب تک صبح کی ہوا زمین (قبر) غزالی کے ذرّوں پر چلتی رہے

اسلامی دنیا میں امام غزالی کی شخصیت ۔ قابلیت و جامعیت میرے کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ وہ بیک وقت و بیک جا اسلام کے بہت بڑے حکیم و فلاسفر تھے ۔ معارج القدس وغیرہ علم کلام میں آپکے حکیم اسلام ہونے کی شاہد حقیقی ہیں ۔ بہت بڑے عالم اسلام تھے ۔ سر العالمین وغیرہ تصنیفات آپ کی قابلیت کی بیمثل یادگاریں ہیں ۔ بہت بڑے صوفی تھے ۔ کیمیائے سعادت احیاء العلوم وغیرہ علوم اشراق و اخلاق میں آپ کی دستگاہ کامل کی شاہد عادل ہیں ۔ قصیدہ مرقومہ بالا میں آپنے مسلسل اور مکمل طریقہ سے اقرار ذات وحدت و نبوت سے لیکر تا باقرار امامت اپنا اعتراف بالقلب و اظہار باللسان اپنے اشعار میں منظوم فرمایا ہے ۔ یہ اشعار آپکے تفضیلی ہونے کا کھلا کھلا اعلان کر رہے ہیں ۔ یہ مشہور قصیدہ ہے جو رسالہ "الدین" جونپور میں جنوری ۱۹۳۳ء میں چھپکر شایع ہوا تھا ۔

قصیدۂ نعتیہ رسولؐ و آل رسولؐ از عارف کامل ابن معتوق مصری قدس سر العزیز

قد جل عن سائر التشبیہ رتبتہ اذ فوقہ لیس الا اللہ فی العظم

(اے رسول) تیرے مرتبے اقسام تشبیہ سے بالاتر ہیں ۔ عظمت و بزرگی میں سوائے خدا کے آپ سے کوئی بالاتر نہیں

ھواہ فی دینی وایمانی و معتقدی وحب عترتہ عونی و معتصمی

یہی (محبت رسولؐ) میرا دین ہے، ایمان ہے اعتقاد ہے ۔ اور ان کی عترت کی محبت میری معین اور پناہ دہندہ

ذریۃ مثل ماء المزن قد طہروا وطیبوا فصفت اوصاف ذاتہم

وہ ذریت (رسول) ماء مطہر کی طرح تمام چیزوں ۞ کی طیب وطاہر کرنیوالی ہے کیونکہ پاک کرنا اس کا وصف ذاتی ہے

ائمۃ اخذ اللہ العہود لہم علی جمیع الوریٰ قبل خلقہم

وہ ایسے امام ہیں جن کی (اطاعت کا) عہد خدا نے ۞ تمام دنیا کے لوگوں سے قبل خلقت لے لیا ہے

قد حققت سورۃ الاحزاب ما جحدت اعدائہم وابانت کل فضل وجاہہم

سورہ احزاب نے اس شئ کی حقیقت کھول دی جس سے ۞ انکے دشمن انکار کرتے تھے اور انکے فضل و وجاہت نہیں مانتے تھے

کفی ھم بعم والضحیٰ شرفا والنور والنجم من ای انت بہم

ان کیلئے سورہ عم۔ سورۂ والضحیٰ۔ سورۂ نور ۞ اور سورہ نجم میں جو شرف ان کو عطا ہوا ہی کافی ہے

سل الحوامیم ھل فی غیرھم نزلت وھل اتی ھل اتی الا بمدحہم

سورہ حم سے پوچھو کیا وہ ان کے غیر کیلئے نازل ہوا؟ ۞ اور سورہ ہل اتیٰ تو خاص کر انکی مدح میں عطا ہوا

اکارم کرمت اخلاقہم فبدت مثل النجوم بماء فی صفاتہم

انکے مکارم اخلاق ایسے وسیع ہوئے کہ وہ اپنی ان ۞ صفات سے (دریا میں) مثل ستاروں کے رہنما کے قرار پائے

اطائب یجد المشتاق تربتہم ریحا مدل علی ذات طیبہم

یہ ایسے بزرگوار ہیں جنکی قبر کی خوشبو کو مشتاقین ۞ سونگھتے ہیں اور یہ انکی طیب ہونے کی دلیل ہے

شکراً لالاء زلی حیث الھمی ولاھم وسقانی کاس حبہم

خدا کی نعمتوں کا شکر جنھوں نے اُن کی مودّت کے ۞ احکام الہامی ہم کو پہونچائے اور انکی شراب محبت پلائی

شیخ الاسلام قسطنطنیہ سید سلیمان القندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ بمبئی

کے صفحہ ۳۹۵ میں نقل فرمایا ہے۔ ابن معتوق نے اقرار امامت کے متعلق جن نصوص قرآنیہ سے اپنے عقیدہ کا استدلال کیا ہے وہ وہی ہیں جن کو عموماً فرقہ امامیہ مانتا ہے وہ آیات یہ ہیں۔ ابن معتوق نے پہلے (۱) سورۂ احزاب کی طرف اشارہ کیا ہے آیہ تطہیر یعنی انما یرید اللہ الخ سورۂ احزاب ہی میں داخل ہے اور فضائل اہلبیت طاہرین میں نہایت مشہور آیت ہے (۲) سورۂ عم یتساءلون میں آیہ شریفہ عم یتساءلون عن النبأ العظیم کی طرف اشارہ ہے اور نبأ العظیم سے مراد طریقہ آل محمد علیہم السلام ہے (۳) والشمس والضحیٰ باتفاق مفسرینِ اہلبیت شمس سے مراد جناب رسولخدا اور ضحا اس کی نور فشانی سے مراد حضرت علی اور ان کی اولاد امجاد ہیں جن کی امداد و جہاد سے تمام اقطائے عالم میں اسلام کی روشنی پھیلی (۴) سورۂ نور میں آیہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ الخ باتفاق مفسرینِ فریقین باسناد حضرت ابوبکر یہ آیت حضرت علی کے گھر کے ذکر میں نازل ہوئی ہے جو حضرت رسالتمآبؐ کے گھر کے درمیان باتفاق جمہور واقع تھا (۵) والنجم اذا ھویٰ آسمان سے ستارہ کا خانہ جناب سیدہؑ میں نازل ہونا باتفاق جمہور مشہور ہے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں (۶) سورہ حٰمٓ اور سورہ دخان میں از حٰمٓ تا امر حکیم باتفاق مفسرینِ اہلبیت ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت کی نص مخصوص ہے (۷) ہل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر۔ باتفاق فریقین قریب قریب یہ تمام سورہ حضرات اہلبیت طاہرین کی شان میں نازل ہوا ہے اس کی شان نزول کا واقعہ نہایت مشہور ہے جو محتاج بیان نہیں کما لایخفی علی الناظر بہرحال اس شیخ مصری کو مسلک تفضیل کا سالک ماننا پڑے گا۔

قصیدہ مدحیہ حضرت سیّد نظام الدین سلطان الاولیاؒ منقبت جناب امیر علیہ السلام میں درج

ذیل کیا جاتا ہے۔

امامت را کسے شاید کہ شاہِ اولیا باشد | بزہد و عصمت و دانش مثالِ انبیا باشد
امامِ دیں کسے باشد کہ در شرع بنی اکشر | بہر مشکل کہ می بینی ترا مشکلکشا باشد
امامِ حق کسے باشد کہ بے امر خدا ہرگز | نکردہ ہیچ کارے او کہ ایں کارِ خدا باشد
امامِ حق کسے باشد کہ آں در جملہ قرآں | بہر آیت کہ میخوانی کہ در وصفش ثنا باشد
امامِ حق کسے باشد کہ آں در طینتِ عالم | پیمبر را ہم بودہ ولایت را بنا باشد
امامِ حق کسے باشد کہ در وقت ولادت او | بود در کعبہ و کعبہ زکفشش در صفا باشد
امامِ حق کسے باشد کہ یزداں بست عقدِ او | بود خیر النسا زوجہ و خسرش مصطفٰی باشد
امامِ حق کسے باشد کہ با ابنا و با زہرا | نبی را نفسک نفسی بزیر یک عبا باشد
امامِ حق کسے باشد ہمسر احمد | چناں رفعت کہ می بینی بجز حیدر کرا باشد
ز مثلِ مصطفٰی مارا دریں رہ رہبری باشد | کہ باشد نص قرآں آں علی مرتضٰی باشد
وصیت کرد امامت را محمد در غدیرِ خم | علی ابن ابیطالب خلافت را روا باشد
ہمہ گفتند بخ بخ مرحبا یا ابن ابی طالب | امام عادل و فاضل بغیر از تو کجا باشد
ز اقرارِ خودش آں کس برانکار آمدہ آخر | کہ ان الاصل لایخفٰی حدیثِ مصطفٰی باشد
برائے جیفۂ دنیا خلاف امرِ حق کردہ | سزائے آنچناں دونہ بجز دوزخ کجا باشد

نظام الدیں چساں گوید کہ من ہم بندۂ شاہم
ولیکن قنبرِ او را کمینہ یک گدا باشد،

اس قصیدہ کے ہر شعر سے عقیدہ تفضیل ثابت ہے جو ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آخر میں واقعہ خم غدیر میں آپ کے بیان سے شیعیت کی جھلک آنے لگی ہے۔ یہ قصیدہ اخبار الواعظ لکھنؤ میں شائع ہو چکا ہے دیگر قصیدۂ حضرت نظام الدین اولیاؒ۔ در مدح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی مرتضیٰ ؑ علیہ السّلام یہ اشعار اخبار رہبر دکن حیدر آباد میں چھپ چکے ہیں۔

آں مہتر دو عالم و ایں بہتر دو کون — آں سرور رسالت و ایں صفدر وغا
آں ختم انبیاست کزو یافت زیب و فر — ہم ملک او نبوت و ہم تخت اصطفا
آں شاہ اولیاست کہ از قدر احترام — ذاتش مشرف است بہ تشریف انما
آں مظہر فتوت و ایں مجمع کرم — آں مطلع کرامت و ایں منبع سخا
آں عارف حقیقت و ایں ہادی طریق — آں حاکم شریعت و ایں والیٔ ولا،
آں آسمان رفعت و ایں آفتاب دیں — آں صاحب لعمرک و ایں نص ہل اتیٰ
آں شاہ من عرف شدہ سلطان لو کشف — ایں ماہ یاوسین شدہ خورشید طاوہا؛
آں پیشوائے امت و ایں رہنمائے خلق — آں قامع ضلالت و ایں دافع بلا،
آں بحر رستگاری و ایں کشتیٔ نجات — آں جرم را شفاعت و ایں رنج را شفا
آں کعبۂ سعادت و ایں قبلۂ مراد — ملجائے آں مروت و ایں مامن رضا
آں رحمت الٰہی و ایں فضل ذوالمنن — آں عالم لدنیؔ و ایں عالم بقا
محکوم آں دو حکم قضا آمد از قدر — مامور ایں دو امر قدر آمد از قضا
آں را ست چرخ تابع و اجرام زیر حکم — ایں را ست صدر منزل و عرش است متکا

این ہر دو شاہ گوہر دریائے رحمت اند   باگوہر نفیس میامیز کہربا ؛
دانی حدیث لحمک لحمی ز بہر چیست   این ہر دو تن یکیست یکے را مبین دوتا

جس طرح حضرت سلطان الاولیا نے اس شعر میں فرمایا ہے۔

این ہر دو شاہ گوہر دریائے رحمت اند   باگوہر نفیس میامیز کہربا

اسی طرح حضرت خسرو دکن نے بھی فرمایا ہے۔

علی را میامیز با دیگراں   کہ این ذات قدسی شیم دیگر است

میامیز با دیگراں و میامیز باکہربا کا مطلب صاف ہے یعنی دوسروں کے ساتھ حضرت علی کو نہ ملاؤ۔ کہربا کو گوہر نفیس سے کیا نسبت؟

قصیدہ مدحیہ شیخ احمد جامی شیخ الشیوخ ملا جامی رحمۃ اللہ

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ اندر دل صفاست   از پئے حیدر حسن ما را امام و رہنماست
ہمچو کلب افتادہ ام بر آستان بوالحسن   خاک نعلین حسین بر ہر دو چشمم توتیاست
عابدین تاج سر و باقر دو چشم روشنم   دین جعفر بر حق است و مذہب موسیٰ رواست
اے موالی وصف سلطان خراسان را شنو   ذرہ از خاک قبرش درد مندان را دواست
پیشوائے مومناں است اے مسلماناں تقی   گر نقی را دوست داری بر ہمہ مذہب رواست
عسکری نور دو چشم عالم است و آدم است   ہمچو یک مہدی سپہ سالار در عالم کجاست
قلعہ خیبر گرفتہ آں شہنشاہ عرب   زانکہ در بازوئے حیدر نامہ الافتاست
شاعراں از بہر سیم و زر سخنہا گفتہ اند   احمد جامی غلام خاص شاہ اولیاست

۱۳۰۹۲

پہلے ان بزرگ کی شان منزلت ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ امام قندوزی نے ینابیع المودت صفہ ۳۹۳ میں جو عربی میں ہے ان کی شان میں جو عبارت لکھی ہے اس کا ترجمہ ذیل میں یہ ہے۔

شیخ عبدالرحمن جامی اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد جامی ناسقی قدس سرہ اپنے شہر جام کے ایک پہاڑ کے غار میں عشق الٰہی سے مجذوب ہو کر چلے گئے وہ بالکل ناخواندہ تھے اور ایک حرف لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس وقت ان کا سن بائیس برس کا تھا اور وہ اس غار میں اٹھارہ برس تک مقیم رہے اور اس عرصہ میں انھوں نے سوائے درختوں کے پتوں اور عروق کے کچھ نہ کھایا نہ پیا اور محض عبادت الٰہی کرتے رہے جب چالیس برس کی عمر پہونچی تو خدا تعالےٰ نے ان کو ہدایت خلق کے منصب پر فائز فرمایا انھوں نے ہزار صفحوں کی ایک کتاب تصنیف کی جس کے دقیق معانیوں کو دیکھکر تمام اسلامی علما حیران ہو گئے اور امت اسلام میں اُن کی ایک عجیب و غریب شخصیت مانی گئی ہے ان کے مریدوں کی تعداد چھ ہزار نفوس تک پہنچتی تھی۔ بہرحال اس بزرگ نے اپنے مدحیہ اشعار میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی نسبت جو اظہار عقیدت کیا ہے کم از کم وہ آپ کی تفضیلیت کا کامل ثبوت ہے ورنہ شیعیت کی جھلک ہے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطار اپنی مثنوی میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی مدح یوں فرماتے ہیں۔

مصطفےٰ ختم رسل شد در جہاں ۔۔۔ مرتضیٰ ختم ولایت در عیاں

جملہ فرزندانِ حیدر اولیا ۔۔۔ جملہ یک نور اند کرد ایں حق ندا

صد ہزاراں اولیائے روئے زمیں ۔۔۔ از خدا خواہند مہدی را یقیں

یاالٰہی مہدیم از غیب آر ۔۔۔ تا جہانِ عدل گردد آشکار

مہدی ہادی ست تاج اتقیا بہترین خلق برج اولیا،
از ولائے تو معین آمدہ بر دل و ایمان روشن آمدہ

اے تو ختم اولیائے این زماں وز ہمہ معنی نہانی جان جاں

اے تو ہم پیدا و پنہاں آمدہ بندہ عطار ثنا خواں آمدہ

اشعار مثنوی مرقومہ بالا کی بھی وہی حالت ہے تمام اشعار تفضیلت کا پتہ دیتے ہیں۔

حضرت بو علی قلندر علیہ الرحمہ پانی پتی جو بڑے عارف کامل تھے کبھی مجذوب کبھی سالک سے جن کی کرامتیں مشہور ہیں اور ہزاروں گھروں میں مانڈے اور شیرینی کی نیاز سالانہ ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں۔

حیدریم قلندرم مستم بندۂ مرتضیٰ علی ہستم پادشاہ تمام رندانم سگ دربار شیر یزدانم

گر علی را تو غیر حق دانی کافری و مجوس نصرانی

حضرات اولیائے کبار کی جو نظمیں اوپر درج کی گئی ہیں ان سے مصنفوں کے عقاید پر روشنی پڑنے کے علاوہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے مراتب و مدارج اعلیٰ بھی صاف ظاہر ہوتے ہیں کہ بعد خدائے قدیر کے انھیں قدسی نفوس کا یکے بعد دیگرے مرتبہ ہے جس کو ہر صاحب علم و فہم سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ تعصب سے دل و دماغ بری ہو اور چشم حقیقت بیں رکھتا ہو۔ میں کہتا ہوں۔

بتیں یہ کحل جواہر سے نہیں کم ہرگز ان کو دیکھینگے جو بینا تو بصیرت ہوگی

چند اشعار میں اپنی اہلیہ صغرا بیگم حیا مشہور مسز صغرا ہمایوں مرزا۔ ایم آر اے ایس (لنڈن) ایڈیٹر "النسا" و "زیب النسا" مصنفہ مشیر نسواں۔ تحریر النسا۔ سفرنامۂ یورپ۔ سفینہ نجات وغیرہ

کے درج کرتا ہوں تاکہ مصنفہ داخل حسنات ہوں ؎

دست خدا بھی تم ہو شیر خدا بھی تم ہو کہتے علی ہیں تم کو اور مرتضٰی بھی تم ہو،
عشق خدا ہیں تم نے کعبہ کے بُت جو توڑے بازوئے مصطفٰے ہو مشکلکشا بھی تم ہو
اوڑھی نبی کی چادر ہجرت کی شب کو تم نے ناصر رسول کے ہو شیر خدا بھی تم ہو
خالق کی تھی عنایت دی ذوالفقار تم کو اور دی نبی نے دختر ظل خدا بھی تم ہو
کی جس نے تم سے الفت اس کیلئے ہے جنت کرتے مدد ہو سب کی حاجت روا بھی تم ہو
حل کردو مشکلوں کو آؤ مری مدد کو، یاور حبا کے تم ہو مشکلکشا بھی تم ہو

نتیجہ تحقیق منصب امامت و ولایت از علامہ عزیز ابن محمد نسفی سعد الدین حموی مندرجہ ذیل الفاظ میں ہے:-

"پیش از پیغمبر ما محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درادیان سابق اسم ولی نبودہ اسم نبی بود و مقربان حضرت خدائے راکہ وارثان صاحب شریعت اند جملہ را انبیا می گفتند و در ہر دین از یک صاحب شریعت زاید نبود پس در دین آدم علیہ السلام چندان پیغمبران بعد وند کہ وارثان او بودند و خلق را بدین او و بشریعت او دعوت میکردند و ہمچنیں در دین نوحؑ و در دین ابراہیمؑ و در دین موسیٰؑ و در دین عیسیٰؑ علیہم السلام و چوں دین جدید و شریعت جدیدہ بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نازل شد، از نزد خدا اسم ولی در دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا آمد حق تعالیٰ دوازدہ [۱۲] کس از اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برگزیدہ و وارثان او گردانید و مقرب حضرت خود کرد۔ و بولایت خود مخصوص گردانید و ایشاں را نائبان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و وارثان او گردانید کہ حدیث شریف "العلماء ورثۃ الانبیاء" در حق ایں دوازدہ کس فرمود و نیز حدیث

شریف "علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل" درحق ایشاں فرمود۔ آماولی آخریں کہ نایب آخرین ست وولی دوازدہم ونائب دوازدہم می باشدہ خاتم اولیاست ومہدی صاحبُ الزماں نام اوست وشیخ میفرمایدکہ اولیا درعالم بیش از دوازدہ نیستند۔ وآما آں سیصد۳۵۶ وپنجاہ وشش کس کہ از رجال الغیب اند ایشاں را اولیا رانمی گویند ایشاں را ابدال می گویند ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۵ ،

علامہ سعدالدین نسفی نے ولایت وامامت کی حقیقت واصلیت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس میں وراثت اور نیابت رسالت کو مخصوص ومنصوص طریقہ سے حضرت ائمہ اثنا عشری کے دائرہ خاص تک محدود ومعدود فرمادیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دوازدہ امام علیہم السلام کے کیا مراتب اعلیٰ ہیں اور علامہ مذکور کا کیا عقیدہ تھا؟ رسول نے فرمایا "خلیفتی بعدی اثنا عشر" یہ حدیث متفق علیہ ہے اس سے مُراد دوازدہ امام علیہم السلام سے ہے۔

خانوادہ آصف جاہی عجیب خیر وبرکت کا خاندان ہے جس کے چشمہ ہائے فیض اندرون ممالک محروسہ ہی نہیں بلکہ مختلف اقطاع عالم میں متعدد ومختلف صورتوں میں جاری ہیں تاجداران سلطنت آصفیہ اپنے اپنے زمانہ میں باران رحمت بن کر دور دور ملکوں میں تشنگان حاجت وضرورت کی تشنگی رفع کرتے اور بندگان خدا کی کشت امید کی آبیاری کرتے رہے۔ موجودہ تاجدار دکن خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کے عمر واقبال میں خدائے پاک دن دونی رات چوگنی ترقی دے اور ان کو ان کی اولاد کو اور سلطنت کو چشم زخم سے محفوظ ومامون رکھے کہ حضرت کی ذات ستودہ صفات سے دنیا سیراب ہو رہی ہے خدا اس خاندان کو تا ابد پھولتا پھلتا رکھے۔ مجھے امید قوی خدا کی ذات پاک سے ہے کہ یہ خاندان ضرور ہمیشہ با اقبال وسرسبز رہے گا کیونکہ بانی خاندان حضرت آصف جاہ مرحوم ومغفور سے لیکر آج تک جو جلوہ فرمائے

مسند آصف جاہی ہوا دل و جان سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کا تولائی و شیدائی ہوا اور جس کے ثبوت میں تھوڑے سے اشعار درج ذیل کرتا ہوں۔

قصیدہ مدحیہ در منقبت اسد اللہ الغالب حضرت علیؑ ابن ابیطالب مصنفہ حضرت آصف جاہ مرحوم و مغفور متخلص بہ شاکر بانی خاندان آصف جاہی۔

بوسہ گاہ لب افلاک بود جائے علیؑ — اوج ابید گرفت است سراپائے علیؑ
خط ابروئے خوشش نافذ فرماں باشد — می شود کار جہاں راست بہ ایمائے علیؑ
نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی — حل مشکل شود از ناخن زیبائے علیؑ
الفت اوست چہار ارکان مسلمانی من — شدہ ام شیفتہ و والہ و شیدائے علیؑ
ہست پیشانی او آئینۂ لوح ازل، — واقف علم لدنیؔ دل دانائے علیؑ
نیست جز ابیقدر از اوج خرامش خبرے — برتر از عرش بود نقش کف پائے علیؑ
میشود زندہ بہ حرفش تن بیجان بیشک — چشمۂ آبحیات است سخنہائے علیؑ
ہمہ با وعدہ آں جلوہ قناعت کردند — محو دیدار بود دیدۂ بینائے علیؑ
راہ مقصود بہ ایں نور بہ بیند ہمہ کس، — روشنی داد بہ خورشید و مہ رائے علیؑ
مہر و مہ از پے دریوزہ تگاپو دارند، — پیش روشنگر آئینۂ سیمائے علیؑ
می برد قیمتش افزوں ز دو عالم شاکر — بے بہا ہست زبس گوہر یکتائے علیؑ

حضرت آصف جاہ مرحوم متخلص بہ شاکر کی مختلف غزلوں کے وہ اشعار جن کا تعلق شبیر خدا کی ذات پاک سے ہے درج کرتا ہوں۔

شاکر [illegible] پرسشِ محشر نکشد رنج و ملال — کہ در اینجا چو علیؑ پشت و پناہے دارد

در فتنہ گاہ دہر بما یا علیؑ مدد — از لطف بے نہایت خود کن حمایتے

سخت دور است سر منزل مقصد شاکر — جز بامداد علیؑ نیست رسیدن ممکن

نصرت دیں یاورم گردید شاکر شکر کُن — آبے از لطف علیؑ در جوئے شمشیر من است

فلک مدد گر خلق است لیک شاکر ما، — امید گوشہ چشم از شہ نجف دارد

شاکر زحدیث نبوی می کشم ایں جام — جز مہر علیؑ آب ز کوثر نتواں یافت

۵۔ بعض غزلوں کے کل اشعار حضرت علیؑ کی مدح میں ہیں مثلاً یہ غزل جس کا مطلع یہ ہے۔

کجاست غیر جناب تو ام پناہ دگر — بریں سخن تو گواہی و دل گواہ دگر

یہ غزل رہبر میں چھپ چکی ہے حضرت غفراں مکان نواب میر محبوب علیخاں مرحوم تخلص آصفؔ بھی بڑے تولائی تھے ان کے بہت سے سلام جمع کر کے کسی نے چھپوا دیئے ہیں منجملہ جن کے ایک سلام لکھتا ہوں جو حضرت غفراں مکان کے عقیدہ پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے۔

(سلام) خدا کے راز رسالت مآبؐ سمجھے ہیں — نبیؐ کے سرّ خفی بو تراب سمجھے ہیں

رخِ حسینؑ کو حق کی کتاب سمجھے ہیں — اس انتخاب کو ہم لاجواب سمجھے ہیں

نہیں رہا جو برس دن بھی ظالموں کا نشاں — سمجھنے والے اسے انقلاب سمجھے ہیں

علیؑ نبیؐ سے نبیؐ ہیں علیؑ سے یہ حق ہے — ہم اس حدیث کو ام الکتاب سمجھے ہیں

جو سچ کہو تو خدائی میں بندۂ یکتا — علیؑ کو بعد رسالت مآب سمجھے ہیں

جہاں میں کہتے ہیں اکسیر جس کو اے آصفؔ — ہم اس کو خاکِ در بو تراب سمجھے ہیں

پانچویں شعر سے تفضیلت ظاہر ہے کہ بعد رسالتمآب علیؑ کی ذات پاک کو افضل سمجھتے تھے اس سے بڑھکر صاف اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

موجودہ تاجدار دکن خلد اللہ ملکہٗ نے تو آئمہ اطہار علیہم السلام کے مناقب میں دریا بہا دیئے ہیں پاکیزگی مضامین ولطافت شاعری کی وجہ سے جی چاہتا ہے کہ بہت کچھ لکھوں مگر بخوف طوالت تھوڑا سا کلام لکھتا ہوں۔

غزل درشان سراجِ اُمت مطہرہ

روئے خوبش کہ دل پسند شدہ — زلف در گردنم کمند شدہ
داد زینت چو بکہ تاز حسینؑ — چوں براقِ نبی سمند شدہ
قصہ کربلا کہ ہست بلا — زاں بہ مجمر دلم سپند شدہ
در بہاراں بہ جام مے زاہد — بہ حلاوت چو شہد و قند شدہ
آنکہ مشکل کشا بود لاریب — نام او دافع گزند شدہ
قول آصف کہ جد اعلیٰ بود — در حق من چہ سودمند شدہ
بعد ختم رسل علےؑ عثماں — اسم او در جہاں بلند شدہ

نظم دیگر

نبی را کہ تیغ و علم دیگر است — فتوحش بہ شام و عجم دیگر است
اذان حرم بشنو از گوش حق — کہ ناموس بیت الصنم دیگر است
نشان یزید پلید سے مپرس — بداں تو حسینیؑ علم دیگر است

گل نرگس و سبزۂ وارغواں   بنفشہ بہ باغ ارم دیگر است

علیؑ را میامیز با دیگراں   کہ این ذات قدسی شیم دیگر است

حنا سرمہ و غازہ و عطر ہم   بتاں را کہ ناز و نعم دیگر است

بہ عثماں بگوید زبان سروش   کہ در دست تو این قلم دیگر است

رباعی بتقریب ولادت جناب امیرؑ ۱۳ رجب

رشتہ اش با نبی بلافصل است   چہ علیؑ را بہ مصطفےٰ وصل است

بہر ہستی وجود او عثماں   در چمن چوں بہار را فصل است

واضح ہو کہ خاندان آصف جاہی کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل سے تبلایا جاتا ہے۔

اوپر میں نے کلام خدا اور بعض ان احادیث کا جو مسلمہ فریقین و متفق علیہ ہیں حوالہ دیکر اور اکثر اولیائے کرام و شعرائے عظام کے کلام سے بھی ظاہر و ثابت کر دیا کہ ائمہ اطہار علیہم السّلام کا ان میں خصوصاً حضرت علیؑ کا کیا مرتبہ خدا اور رسول کے نزدیک ہے۔ اسی سلسلہ میں چند اور واقعات کا ذکر مناسب موقع سمجھتا ہوں۔ کتاب منتخب کنز العمال علاء الدین ملا علی متقی برحاشیہ مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۴۷ مطبوعہ مصر کی عربی کتاب کا اُردو ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

عمرو ابن عاص[ع۱] (امیر معاویہ کے پرائیویٹ سکریٹری) کہتے ہیں کہ جب میں ذات السلاسل کی جنگ سے پلٹا تو میں یہ گھمنڈ کر رہا تھا کہ مجھ سے زیادہ پیغمبر خدا کا اور کوئی محبوب نہ ہوگا۔ میں نے

نوٹ[ع۱]:۔ اخبار مدینہ بجنور نے گذشتہ سال کی کسی اشاعت میں بعنوان فضائل صحابہ کرام جو مضمون لکھا تھا اس میں شیخین کی بہت سی فضیلتیں لکھی ہیں اسی سلسلہ میں جناب عمر ابن عاص کا جنگ ذات السلاسل سے واپسی کے بعد رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہونا اور مابین رسول مقبول و عمر ابن عاص جو گفتگو ہوئی اس کو اس طریقہ پر لکھا ہے

عرض کی کہ اے رسولِؐ خدا کس شخص سے آپ زیادہ محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ سے۔ عمر ابن عاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ میں عورتوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ کے باپ، میں نے عرض کی کہ ابو بکر کے بعد سب سے زیادہ آپ کسے دوست رکھتے ہیں، فرمایا حفصہ کو میں نے عرض کیا کہ میں عورتوں کے بارے میں سوال نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ حفصہ کے باپ (عمر) کو اس وقت میں نے عرض کی کہ اے خدا کے رسول تو پھر علیؑ کا کیا مرتبہ ہوا اس پر حضرت اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور تعجب سے فرمایا یہ جان کے متعلق سوال کرتا ہے۔ عبارت بالا سے ظاہر ہوا کہ حضرت علیؑ کو رسول مقبولؐ مثل اپنی جان کے عزیز رکھتے اور ان سے محبت کرتے تھے۔ نفسک نفسی کا یہی مطلب ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ اپنے اصحاب میں حضرت نے اخوت قائم کی تو جناب علی مرتضیٰؑ حاضر خدمت نبوی ہوئے درآنحالیکہ آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے اور عرض کی کہ اے خدا کے رسول آپ نے اصحاب میں اخوت قائم کر دی اور میرا بھائی کسی صحابی کو نہیں بنایا پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا کہ "اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرت میں"

(بقیہ صفحہ ۶۳) جس کی میں من و عن نقل کرتا ہوں "عورتوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ رسول نے فرمایا عائشہ، میں نے عرض کی مردوں میں؟ ارشاد ہوا ان کے والد، میں نے پوچھا پھر کون فرمایا عمر ابن خطاب، اس کے بعد اور چند آدمیوں کے نام لئے چلو فرصت ہوئی دنیا بھر میں رسول مقبول کو یہی تین نفوس محبوب تھے باقی والسلام کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمیشہ سے یہ ناکام پروپیگنڈا ہوتا رہا کہ حق کی پردہ پوشی ہوتی رہے حضرت علی کے مراتب گھٹائے جائیں۔ مذکور الصدر بیان میں حضرت علی کا ذکر تک نہیں کیا ہے حالانکہ حضرت علی کے متعلق جب سوال کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ تو میری جان ہیں۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کو ان سے (علی سے) کیا نسبت ہے؟ دیکھو تاریخ کیا کہتی ہے؟"

صحیح ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ لکھنؤ،

میں نے اس تالیف میں بعض ایسے بزرگوں کے مدحیہ اشعار لکھ دیئے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکرؓ تک پہنچتا بتلایا جاتا ہے مگر ان کے اشعار سے حضرت علی کی فضیلت ظاہر و ہویدا ہے اب میں خاص کر فرزند حضرت ابوبکر برادر ام المومنین حضرت عائشہ کی زبان سے نکلے ہوئے حضرت علیؑ کی فضیلت کے متعلق چند جملے اس خط کے جو حضرت محمدؐ بن ابی بکر نے امیر شام بن ابوسفیان و پدر یزید کو لکھے تھے لکھتا ہوں۔ یہ وہ معرکتہ الارا خط ہے جو جنگ صفینؔ کے روکنے کی غرض سے امیر شام کو حضرت محمدؐ بن ابی بکر نے لکھا تھا۔ جس القاب اور جس دشنام آمیز الفاظ سے امیر شام کو مخاطب کیا گیا ہے ان کا اعادہ کرنا میں نہیں چاہتا کیونکہ معاویہ پرست اشخاص کو ان سنے تکلیف ہو گی۔ اس کے علاوہ وہ الفاظ اس تالیف کے مقصد سے باہر بھی ہیں میں حضرت محمدؐ بن ابی بکر کے خط کے وہ جملے لکھتا ہوں جن سے حضرت علیؑ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس خط میں بہت سے جملے حضرت علیؑ کی ثنا و صفت میں ہیں منجملہ جن کے یہ جملے لائق دید ہیں

"اعمال حسنہ میں حضرت علی کی نہ کوئی برابری کر سکتا ہے اور نہ اصحاب رسول میں کوئی ان کی نظیر ہو سکتا ہے وہ اپنی نیت کی بنا پر اصدق الناس ہیں اور اپنی ذریت کے اعتبار سے افضل الناس اور حضرت فاطمہ زہرا کے شوہر ہونے کی حیثیت سے خیر الناس ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"

اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابی بکر کے فرزند دلبند حضرت علیؑ کو بعد سرور کائنات صلعم افضل الناس سمجھتے تھے۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے جو جواب حضرت محمدؐ بن ابی بکر کے خط کا دیا ہے اس میں حضرت علیؑ کی تمام خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کو ایک ایک کر کے تسلیم

کر لیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ پر الزام لگانے والے ہو اور میں نے جو کچھ کیا تمھارے بڑوں کی پیروی میں کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جن کے نام بھی لکھ دیئے ہیں۔ غرض یہ جناب بھی حضرت علیؑ کی فضیلتوں کے قائل تھے مگر اپنے طرزِ عمل کو دوسروں کا تابع تبلایا ہے۔

واضح ہو کہ حضرت محمد بن ابی بکر کے خط کی نقل اور امیر معاویہ کے خط کی نقل سوادِ اعظم کے مشہور مستند مورخ ابوالحسن مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ نے اپنی تاریخ مروج الذہب مطبوعہ مصر میں درج کی ہے مسعودی وہ شخص تھا جس کی نسبت مولوی شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں آج تک ایسا وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا۔ علاوہ مروج الذہب کے مولانا شمس العلما نواب سید امام صاحب مرحوم و مغفور نے بھی اپنی کتاب مناظر المصائب میں ان دونوں خطوط کی نقلیں بزبان عربی لکھ کر اردو میں ان کے معنی بھی لکھ دیئے ہیں۔ جس کا جی چاہے ان کتابوں کو دیکھ لے جن سے بہت سی کرشمہ سازیاں ظاہر ہونگی اور حضرت علیؑ کے بے انتہا صبر و تحمل و رواداری کا کافی اندازہ ہوگا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت علی کی شخصیت عجیب و غریب شخصیت تھی۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں عربی، فارسی، اردو زبانوں میں جس قدر اشعار حضرت علیؑ کی منقبت میں لکھے گئے دنیا کے کسی دوسرے انسان کی شان میں بعد رسول کے نہیں لکھے گئے برج کی بھاشا بھی اس سے خالی نہیں ہے سینکڑوں دوہرے منقبت میں ہیں۔ ممالک یورپ کے مصنفین نے بھی جہاں جہاں حضرت کا ذکر کیا ہے تعریف و توصیف کے ساتھ کیا ہے حضرت کی ذات اقدس عجیب جامعیت کی شخصیت تھی۔ ایک طرف تلوار کے ایسے دھنی کہ آن واحد میں بڑی سی بڑی فوج کو پسپا کر دیا اور ایسے شجیع کہ بہادر سے بہادر بھی آپ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ دوسری طرف رقیق القلب اور رحمدل ایسے کہ اپنی پشت پر لوبیئے لادہ

لاد کر بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کو پہنچاتے۔ سخی ایسے کہ گھر میں کئی کئی روز سے فاقے بیوی بچے کر رہے ہیں محنت و مشقت سے آٹا تیار ہوا اور روٹیاں پکیں سائل نے سوال کیا۔ خود نہ کھایا نہ بچوں کو دیا سائل کو دیدیا اپنی گاڑھی کمائی سے اونٹوں کی قطار سائل کو بخشدی۔ وہ انگوٹھی سائل کو رکوع میں دیدی جس کی قیمت حجاز میں کوئی نہیں لگا سکتا تھا خُلق ایسا کہ بعد زخم کاری شربت پہلے اپنے قاتل کو پلانے کا حکم دیا۔ انصاف ایسا کہ اپنے عہد خلافت ظاہری میں اپنا حصہ ایک معمولی رعایا کے برابر رکھا صابر و شاکر ایسے کہ اپنی حق تلفیوں اور اہانت کے بعد بھی خاموش رہے باوجود اشجع ہونے کے انتقام نہ لیا۔ عابد ایسے کہ بوقت نماز پاؤں سے تیر کھینچ کر نکالا گیا یاد الٰہی میں ایسے بیخود تھے کہ آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ میر انیسؒ فرماتے ہیں ؎

کھینچا پکڑ کے پاؤں سے قنبر نے تیر کو اصلا خبر ہوئی نہ جناب امیرؑ کو

ایک نماز ہمارے جیسے دنیاداروں کی ہے کہ نیت کرکے خدا کی حضوری میں نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور دنیا کے دھندوں کا خیال کر رہے ہیں کوئی صاحب ملک و فوج ہے تو تنظیم فوج کا خیال کر رہا ہے حضرت علیؑ کا خضوع و خشوع ایسا تھا کہ رسول مقبول نے انعام میں اونٹ عطا فرمایا تھا جس کو نحر کرکے مستحق غربا اور مساکین کو تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت علیؑ کی ولادت بھی خانہ خدا یعنی کعبہ میں اور شہادت بھی خانہ خدا یعنی مسجد کوفہ میں ہوئی یہ بات کس کو نصیب ہوئی۔ ہزاروں مقامات میں سالانہ عرس ہوتا ہے۔ حیدر آباد دکن کا کوہ مولا عجب متبرک مقام ہے جہاں بڑی دھوم دھام سے سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے حضرت علیؑ کے مظہر العجائب والغرائب ہونے کا اور لاتعداد اوصاف سے متصف ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ لاکھوں بندگان خدا نے حضرت علیؑ کو خدا مان لیا۔ ان لوگوں کو نصیری

کہتے ہیں۔ میر مونس فرماتے ہیں ؎

شعر

ہر ذرّہ کائنات کے حاجت روا علیؑ　　کیونکر کہے نہ قوم نصیری خدا علیؑ

اشعار

دکھا دیا علیؑ جلوہ نصیری کے خدا تم ہو　　خدا ہر گز نہیں لیکن خدا سے کب جُدا تم ہو

شب ہجرت پیمبر نے جگہ دی اپنے بستر پر　　کہ تا سب جان جائیں جانشین مصطفٰے تم ہو

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی رباعی میں نے اوپر لکھدی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ شافعی مر گیا مگر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کے رب علیؑ ہیں یا اللہ اُس کا رب ہے۔ لاکھوں گھروں میں جشن میلاد ۱۳ رجب کو ہوتا ہے۔ رمضان المبارک میں تاریخ شہادت کی یادگار میں لاکھوں گھروں میں مجلس عزا ہوتی ہے۔ یہ سعادت کس کو نصیب ہے، نجف اشرف میں تو حضرت علیؑ مدفون ہیں علاوہ ازیں وہ مقامات جو حضرت کے نام سے منسوب ہیں مثلاً کلکتہ کی درگاہ مولا علیؑ۔ لکھنؤ کی درگاہ نجف۔ جوگی پورہ کا نجف ہند بلخ کا مزار شریف۔ حیدر آباد کا کوہ مولا وغیرہ زیارت گاہ خاص و عام ہیں لاکھوں زائروں کی مُراد بر آتی ہے۔ یہ فضیلت کس کو حاصل ہے۔ حضرت کی جامع شخصیت کا دیگر اوصیا سے مقابلہ کیا جائے تو علیؑ ہی بہترین نسل آدم بعد رسول مقبول قرار پائیں گے۔

تاریخ عالم کے زرّیں صفحات حضرت کے کارناموں کی نور افروزیوں سے جگمگاتے رہینگے کسی بشر کی کیا تاب و مجال کہ ثنا و صفت لکھے۔

قلم اشجار عالم ہوں سیاہی آب دُنیا ہو　　علیؑ کی کرسکے تعریف کیا ممکن ہے انساں سے

ہر اسم کا خواہ نکرہ ہو یا معرفہ ایک تابع فعل ہوتا ہے۔ جیسے پانی و آنی، رشید و نشید لیکن حضرت علیؑ کا تابع فعل ولی ہے یہ بھی معجزہ ہے اور دنیا میں بارہ سو سال سے پیدا ہوئے اور ناپید ہوئے اور جو موجود بھی ہیں ان کے ناموں میں ستر فیصدی لفظ علی تھا اور ہے جیسے علی امجد، حسین علی وغیرہ علیؑ ہمنام خدا ہیں خدا کا ایک نام علی بھی ہے۔

ہزاروں روایتیں حضرت علیؑ کی توہین میں اور ان کی خصوصیات پر پردہ ڈالنے کیلئے تصنیف کی گئیں ہزاروں ممبر علی نفس رسول پر سب و شتم کے لئے وقف کئے گئے۔ خزانوں کے منہ ان کے فضائل کے مٹانے میں کھول دیئے گئے۔ اور اس خصوص میں لگاتار کوششیں اب بھی جاری ہیں مگر چاند پر کیا خاک ڈالنے سے اس کی جوت جاتی رہتی ہے بلکہ ان کی عزت و عظمت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے مدح و ثنا کے شاداب پھول حضرت کے قدم مبارک پر ہمیشہ نثار ہوتے رہینگے کوئی کہاں تک مدح و ثنا کر سکتا ہے۔ ۶

سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کیلئے

ہر مشکل کو آسان کرنے والی اور ہر مصیبت میں کام آنے والی حضرت علیؑ کی ذات ستودہ صفات حلال مشکلات ہے۔ اسی لئے حضرت کا لقب مشکلکشا ہے۔ عربی زبان میں بہت سی دعائیں اور عملیات ہیں جن کو ایک چلہ پڑھنے یا کرنے سے ہر قسم کی مصیبت دور ہو جاتی ہے فارسی کی ذیل کی رباعی بھی بوقت مصیبت پڑھی جاتی ہے۔

زمانہ بر سرِ جنگ است یا علیؑ مددے　　کمک بغیر تو ننگ است یا علیؑ مددے
کشود کار دو عالم بیک اشارہ تو　　بکار ما چہ درنگ است یا علیؑ مددے

کسی مریض کی کیسی ہی سقیم حالت ہو ناد علی ایک سو اکیس مرتبہ پڑھ کر اور پانی میں دم کر کے پلائیں دو ہی تین روز میں شافی مطلق شفا دیتا ہے۔ ناد علی نقرئی تختیوں پر کندہ کر کے بچوں کے گلے میں ڈالنے سے بلائیں دور رہتی ہیں کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

شعر

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

شعر

جب نام علی منہ سے نکل جاتا ہے گرتا جو بشر ہے وہ سنبھل جاتا ہے

پہلوان حضرت علی کا نام لیکر کشتی شروع کرتے ہیں۔ وہ اولیاء اللہ مردہ اور زندہ جو حضرت علی کے نام لیوا تھے اور ہیں جن کو حضرت علی کی غلامی کا شرف حاصل تھا اور ہے اُن سے اور ان کی روحوں سے جب لوگ استمداد چاہتے ہیں تو خدائے کریم فضل فرماتا ہے نہ کہ حضرت علیؑ کی ذات مقدس سے استمداد چاہی جائے اور خدا فضل نہ کرے حقیقت یہ ہے کہ۔

خاصانِ خدا، خدا نہ ہستند لیکن زخدا جُدا نہ ہستند

حضرت علیؑ مظہر العجائب والغرائب ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب ہمایوں سابق شہنشاہ ہند نے شیر شاہ سُور سے شکست پاکر جلاوطنی اختیار کی اور ایران پناہ لینے کی غرض سے گیا تو طہماسپ صفوی سے استمداد چاہی اور ذیل کا قطعہ پیش کیا۔

دشمنم شیر است عمرے پشت بر من کردہ بود حالیا از روئے خصمی روئے با من کردہ است
دارم اکنوں التماس از شہ کہ با من آں کُند آنچہ با سلماںؑ علیؑ در دشت ارژن کردہ است

ہمایوں نے اس قطعہ میں اس واقعہ کا حوالہ دیا ہے (مسلمان ہونے سے سیکڑوں سال قبل) جبکہ
حضرت سلمان فارسی علیہ الرحمۃ کو جو بعد کو رسول اللہ کے پاکباز و دیندار صحابی اور اولاد رسول کے جاں نثار ہوئے
دشت ارژن میں ایک شیر نے آگھیرا تھا حضرت علیؑ وہاں نمودار ہوگئے جن کو دیکھ کر شیر بھاگ گیا اور
حضرت سلمانؓ کی جان بچ گئی یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت علامہ برسی کتاب مدینۃ المعاجز
میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رسول مقبول کی صحبت میں ایک جن بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت
علی تشریف لائے۔ یہ جن چیخ اٹھا کہ یا رسول اللہ مجھے ان سے بچائیے۔ رسول نے فرمایا کہ انھوں نے
تمھارا کیا بگاڑا ہے۔ جن بولا کہ حضرت سلیمانؑ نبی خدا سے میں متمرد ہوگیا تھا۔ نبی خدا نے چند جنات
میری گرفتاری کیلئے بھیجے تھے میں اُن پر غالب آیا اس اثنا میں یہ مجاہد (علی) نمودار ہوا مجھے ایک
ضرب لگائی اور گرفتار کرکے ان جنات کے حوالے کر دیا۔ یہ کہہ کر اس جن نے وہ زخم دکھایا جو اس وقت
تک مندمل نہیں ہوا تھا۔ اللہ اکبر کیا کاٹ ذوالفقار کی تھی کہ حضرت سلیمان کے زمانہ سے اس وقت
تک اٹھارہ سو سال گزر چکے تھے اور وہ زخم مندمل نہیں ہوا تھا۔ ایسے سیکڑوں معجزے حضرت علیؑ
مظہر العجائب کی ذات سے ظہور میں آئے۔ اور بھی کسی انسان نے سوائے رسول کے ان کے زمانے
تک یا ان کے بعد آج تک کوئی ایک معجزہ بھی ظاہر کیا ہے۔

اس عالم ناسوت میں حضرت علیؑ جب تک تشریف فرما رہے کتنے معجزے دکھائے اور کتنوں
کی حاجت روائی کی اور اب بھی حضرت کے تصرفات جاری ہیں لاتعداد انسانوں کی منتیں اور مرادیں
بر آتی ہے۔ شاید ہی کسی پیر و پیغمبر کی روزمرہ کی زندگی میں اتنی نذریں اور نیازیں ہوتی ہوں حضرت
کے ماہ ولادت رجب المرجب میں مہینہ بھر گھر گھر کونڈے ہوتے ہیں۔ سال بھر میں کون دن ایسا ہے

کہ جس دن حضرت کی نیاز نہ ہوتی ہو۔ مشکلکشا کے دونے پر نیاز ہوتی ہے۔ بہت سی عورتیں سوا پہر کا روزہ حضرت کے نام سے رکھتی ہیں اور بھنے ہوئے چنوں سے افطار کرتی ہیں۔ عقبیٰ میں بھی بروز محشر متوسلین کو حضرت ہی کا سہارا ہوگا۔ بقول مرزا نوشہ اسداللہ خاں غالبؔ ؎

میگویم و ہر آئینہ گویم ہزار بار　　کار خدا العرصہ محشر کند علیؑ

یہ بھی ایک معجزہ مرتضوی ہے کہ علیؑ جو حضرت کا اسمِ مبارک ہے وہ نام زمانہ جاہلیت میں کسی بشر کا نہیں تھا۔

حضرت علیؑ کے سیکڑوں اقوال ضرب المثل بن گئے ہیں منجملہ جن کے چند ضبط قلم کرتا ہوں۔

"عرفت ربی بفسخ العزائم" (میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے پورا نہ ہونے سے۔

"خیر الامور اوسطها" کاموں میں اعتدال اچھا ہے۔

"کل امر مرهون باوقاتها" سب کام اپنے وقتوں کیلئے رہن ہیں۔

"لا محبة مع المراء" خصومت کے ساتھ محبت نہیں ہے۔

"لاظفر مع البغی" بغاوت کے ساتھ فتح نہیں ہے۔

"لا ثناء مع الکبر" غرور کے ساتھ تعریف نہیں ہے۔

"لا صحة مع النهم" صحت غم کے ساتھ نہیں ہے۔

"لا اجتناب المحرم الحرص" حرام سے پرہیز لالچ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

"لا شرف اعلیٰ من الاسلام" کوئی شرف اسلام سے اعلیٰ نہیں ہے۔

"العلم خیر من المال" علم دولت سے اچھا ہے۔

لا شفیع انجح من التوبتہ — توبہ سے زیادہ کوئی شفیع و حاجت روا نہیں۔
العلم حاکم والمال محکوم علیہ — علم حاکم ہے اور مال اس کا محکوم ہے۔
الوحدۃ الراحتہ — تنہائی راحت ہے۔
والغنی الشرہ فقیر — جو امیر حریص ہو فقیر ہے۔
لا معقل احسن من العقل — عقل سے بہتر جائے پناہ نہیں ہے۔

ایسے سینکڑوں اقوال ہیں جو حکمت و فلسفہ سے مملو ہیں منجملہ ان کے بہت سے اقوال ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے اقوال ہیں۔

علاوہ شیعیان حیدر صفدر کے اور بھی فرقہ ہائے اسلامیہ حضرت علیؑ کو مشکلکشا و نجات دہندہ اور بعد رسول پاک انھیں کا درجہ سمجھتے ہیں اور سب پر حضرت علیؑ کو فضیلت دیتے ہیں۔ عام طور سے صوفیوں کے کل گروہ بہ استثنائے فرقۂ نقش بندی حضرت علیؑ سے متوسل ہیں اور ان میں سے جو حضرت علی کو فضیلت دیتے ہیں ان کو تفضیلیہ کہتے ہیں۔

میرے اجداد و خاندان میں جہاں بہت سی امرائے ذی حشم گذرے ہیں وہاں بہت سے مشائخین عظام بھی تھے مثلاً طبقہ امراء میں میرے والد کے پرنانا نواب میر فیض علیخاں مرحوم سابق ناظم بہار فرزند نواب سید محمد نصیر خاں نصیر الملک یکے از امرائے عالمگیری تھے۔ نواب میر فیض علیخاں مرحوم نواب سید محمد قابل خاں وزیر دار الانشائے شاہجہاں و برادر خورد نواب سید فاضل خاں کے نواسے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کا ذکر کتاب ماثر الامراء میں ہے۔ نواب سید محمد فاضل خاں حضرت سید شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی اولاد سے تھے علاوہ ان کے نواب سید حسین علی خاں امام الملک

امیرالامراء نواب سیّد عبداللہ خاں قطب الملک وزیراعظم دہلی جو سلاطین گر تھے برادران عم زاد نواب نصیرالملک تھے۔ یہ حضرات سادات بارہہ سے تھے۔

مشائخین عظام میں حضرت جلال الملک پانی پتی برادرزادہ حضرت بوعلی قلندر حضرت ابوالفرح واسطی علیہ الرحمۃ حضرت ابوالمعالی پیر الملک پیرو مرشد جہاندار شاہ سابق شہنشاہ دہلی کے اور نواب ذوالفقار خاں وزیراعظم وغیرہ کے تھے۔ حضرت پیر الملک راقم کے پردادا کے نانا تھے۔ حضرت سیّد شاہ غلام علی قدس سرہٗ سابق سجادہ نشین دیورہ شریف (گیا) جن کا ذکر طبقہ مشائخ عظام صوبہ بہار میں سیر المتاخرین میں ہے اور ان کی چشم دید کرامتوں کا تذکرہ مثنوی بشارت الامامت میں نواب سیّد غلام حسین خاں طباطبائی نے کیا ہے۔ یہ میرے والد مرحوم کے نانا حضرت میر کلب علیخاں کے حقیقی نانا تھے اور میر کلب علیخاں کے حقیقی بڑے بھائی علامہ سیّد شاہ کمال علیؒ قدس سرہٗ تھے جنھوں نے اپنے نانا سیّد شاہ غلام علیؒ صاحب سے بیعت کی تھی اور فقیر طریقت ہو گئے تھے حضرت سیّد شاہ سلام اللہ گیاوی پیر مرشد فرخ سیر سابق شہنشاہ دہلی میرے والد مرحوم کے نانا کے چچا تھے۔ حضرت سیّد شاہ آدم گیاوی فاتح گیا مانپور نبیرہ حضرت سیّد شاہ حیدرؒ باگھ میرے دادیہالی جد ہیں۔ باگھ بمعنی شیر اور سیّد شاہ حیدر علیہ الرحمۃ اکثر شیر پر سوار دیکھے گئے اس لئے باگھ کا لقب لوگوں نے دیا تھا۔ ان سب حضرات کے تذکروں سے تاریخہائے ہند مالا مال ہیں۔ میری دادی صاحبہ قبلہ حضرت قاضی سیّد منصور کی پوتی تھیں جن کا مزار مبارک مقام آبگلہ (متصل گیا) ہے جہاں میرے عزیز قریب شمس العلماء نواب سیّد امداد امام صاحب مرحوم کا نایاب میوؤں کا وسیع باغ اور کوٹھی ہے۔ قاضی سیّد منصور علیہ الرحمۃ حضرت ناصر اسمٰعیل ہمدانی کے پوتے تھے جو قاضی سیّد اسمٰعیل مشہدی کی اولاد سے تھے اور حضرت

اسمٰعیل ہمدانی کا تذکرہ بجلالت قدر ملا جامی نے اپنی ضخیم تصنیف سلسلۃ الذہب میں کیا اور بایں عبارت یاد کیا ہے۔

"گویند چوں بہ مشہد رضاؑ قابض می شد در شہباویرا حضوری آں امام عالی مقام می شُد"

اس سے ظاہر ہے کہ ملا جامی کا کیا اعتقاد تھا اور حضرت ہمدانی کس پایہ کے بزرگ تھے ان کا تذکرہ کتاب مجالس المومنین میں حضرت سیّد نور اللہ شوستری شہید ثالث علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے۔ تقریباً چھ سو سال کا عرصہ گزرا کہ محمدؐ تغلق سابق شہنشاہ ہند نے حضرت سیّد شاہ عین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو میرے جدِ اعلیٰ تھے جن کی پندرھویں پشت میں میں ہوں نظام الملۃ والدین کا خطاب دیا تھا اُن کی زیارت و قدمبوسی کیلئے فیروز شاہ تغلق مسافت بعید طے کر کے موضع سمانہ (پنجاب) جہاں حضرت شاہ عین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا حاضر ہوا کرتا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی) حضرت شاہ عین الدین حضرت زید النار بن امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی اولاد میں تھے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے سولھویں پشت میں تھے۔ نظام الملۃ کا خطاب پھر ان کے پوتے حضرت سیّد شاہ واسم علیہ الرحمۃ کو سلطان وقت نے دیا تھا غرض یہ مقدس و معزز خطاب سوا میرے خاندان کے بزرگوں کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ میرا موروثی خطاب ہے والد مرحوم کو بھی لوگ نظام الملۃ کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے چنانچہ اپنی عالی نسبی کا ذکر ایک قصیدہ غرا کی تشبیب میں والد مرحوم یوں فرماتے ہیں۔

گرچہ پدر بر پدر ہست بہ گیتی سمر، پایہ فضل و ہنر منصب شایانِ من
مرجع شاہاں بودند ملک پناہاں بودند فیض نگاہاں بودند جملہ نیاگانِ من

یعنی علی التسلسل میرے اجداد کا پایہ فضل و ہنر میرے لئے لائق منصب تھا کیونکہ میرے

بزرگوار بادشاہوں کے مرجع (جائے رجوع) تھے ملک کیلئے پناہ تھے ان کی نگاہیں فیض پہونچانے والی تھیں پھر عاجزانہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

لیک ازیں فخر و ناز کرد مرا بے نیاز　　ذرّہ سوز و گداز گنج فراوان من

حضرت والد مرحوم نے اپنی مثنوی دبستان اخلاق میں جس جگہ سپاس گزاری بارتیعالیٰ فرمائی ہے یوں رقمطراز ہیں ؎

دو گوہر ز گنج عطائے بزرگ　　عطا کرد مارا خدائے بزرگ
یکے گوہر پاک آبائے من　　دگر جوہر طبع والائے من
ملاذ سر سروراں بودہ اند　　بگیتی بنام و نشاں بودہ اند
پدر بر پدر جملہ آبائے من　　بزرگانِ ارشاد فرمائے من
پدر را نسب از سر آگہی　　بموسیٰ بن جعفر شود منتہی،
علی ابن موسیٰ جد مادری ست　　کہ روشن دُر دُرج پیغمبری ست
بسے از بزرگان ایں دودہ اند　　کہ کامل تریں اولیا بودہ اند
نیایم یکے مرشد ہانسویست　　کہ گنجور گنجینۂ معنویست
بدہلی بود شاہ روشن چراغ　　دو گیتی ز عطرش معطّر دماغ
نیائے دگر بو الفرح بودہ است　　کہ در خطّۂ واسطہ آسودہ است
دگر آں جلال جلالت پناہ　　کہ پانی پت اورا بود خوابگاہ
ولیکن برایں نسبت و اعتبار　　نباشد مرا نازش و افتخار

زیبد مرا ایں ناز بر جائے خویش   کہ نازند بر فضلِ آبائے خویش

در فخر بر روئے خود باز کرد   کہ بر جوہر ذات خود ناز کرد

متاعے گر از خود نداری بدست   ز بیگانہ سودا چہ آری بدست

والد مرحوم نے خود ہی فرمایا ہے کہ پدرم سلطاں بود سے کوئی امر لائق فخر نہیں ہوتا۔ یہاں ایسا نہیں تھا بلکہ خود بھی اتنے بڑے باکمال تھے کہ ضمیمہ کتاب جواہر منتخب مصنفہ مولوی عبدالرؤف وحید سابق مترجم اعظم وائسریگل لیجسلیٹو کونسل و سابق ممبر سنڈیکیٹ کلکتہ میں جس میں میرے والد مرحوم و مغفور حضرت فریاد کے مختصر حالات زندگی اور حضرت کا تھوڑا کلام فارسی و ریختہ بھی درج ہے حضرت والد مرحوم کے متعلق یوں مسطور ہے

"سخنور گرانمایہ و مورخ والاپایہ بود بالجملہ بعد از مرزا عبدالقادر بیدل و شیخ غلام علی راسخ ہمچو حضرت سید شاہ الفت حسین فریاد از خاک عظیم آباد برنخواستہ۔"

رائٹ آنریبل ڈاکٹر سید امیر علی سابق پریوی کانسلر نے اپنے ایک خط میں جو مجھ کو لکھا تھا والد مرحوم کی نسبت لکھا تھا کہ حضرت سید شاہ الفت حسین مرحوم کو میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ ان کا انتقال بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ قومی نقصان کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ حضرت والد مرحوم نے قومی خدمات بھی بہت کیں۔ انجمنیں قائم کیں۔ اخبار آئینہ گیتی نما کلکتہ سے اس زمانہ میں نکالا جبکہ اخبار کا نام بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ غرض اپنے علم و فضل و دولت سے قوم کو فیض پہونچایا کئے۔ نواب بہادر نواب عبداللطیف خاں سی۔ آئی۔ ای۔ مرحوم جو اپنے زمانہ میں کلکتہ کے مسلمانوں کے لیڈر (قائد) تھے وہ اپنی اوٹوبیاگرافی (خود نوشتہ سوانحمری) زبان انگریزی میں والد مرحوم کے متعلق جو انگریزی الفاظ لکھے تھے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"سیّد شاہ الفت حسین عربی فارسی کے مشہور عالم اور مصنّف تھے۔"

پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"کلکتہ کے مسلمانوں میں سب سے بڑھکر عالم اور سب سے بڑھ کر با اثر ....."

یہ معمولی الفاظ نہیں ہیں اور کس کے قلم سے نکلے ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ ہند کے گورنر جنرل لارڈ ایلنبرا اور لارڈ ہارڈنگ جد موجودہ لارڈ ہارڈنگ سابق وایسرائے ہند اور لارڈ منٹو جد لارڈ منٹو سابق وائسرائے ہند سریر آرائے سلطنت ہند یکے بعد دیگرے رہے ہیں والد مرحوم اس زمانہ میں بحیثیت سفیر ونایب السلطنۃ منجانب نظامت بنگالہ کلکتہ میں اقامت گزیں تھے اور حضرت والد مرحوم کا یہ وقار تھا کہ وزیر السلطان فخر الملک نواب سیّد امیر علیخاں مرحوم اپنی تصنیف امیر نامہ میں حضرت فریاد کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں

"حسان کشور معنی سحبان ملک سخندانی فخر الادبا ملک الشعرا حضرت استاذی سیّد شاہ الفت حسین فریاؔد مدظلہ العالی۔"

نواب فخر الملک مرحوم جیسے باوقار و ممتاز امیر الفاظ مدظلہ العالی استعمال کرتے ہیں۔ یہ معمولی الفاظ نہیں ہیں۔ یہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ان کے مراتب جلیلہ سے واقف ہو صوبہ بہار و بنگالہ کے بڑے بڑے مشاہیر وقت نے اپنی تصانیف و تذکروں میں جس ادب و احترام سے حضرت والد مرحوم کا ذکر کیا ہے اول تو وہ سب چیزیں اس وقت میرے پاس نہیں ہیں اگر ان سب کا انتخاب کیا جائے تو ایک مختصر رسالہ ہو جائیگا۔

شمس العلما نواب سیّد امداد امام صاحب مرحوم نے چند سال قبل اسی حیدر آباد میں ایک موقع پر بسبیل تذکرہ والد مرحوم فرمایا تھا کہ یہ وہ ذات اقدس تھی جس کی پرستش بہار و بنگالہ نے کی۔ غرض ہر فرقہ کے لوگ حضرت کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے رہتے تھے۔ علاوہ مسلمان علما و شعرا کے بڑے بڑے

ہندو پنڈت بھی شریک صحبت رہتے تھے۔ کیونکہ دنیا کی تاریخوں پر حضرت کو عبور تھا اور زبان سنسکرت سے بھی واقف تھے۔ ملاحظہ ہو حیات فریاد مصنفہ خانبہادر سیّد علی محمد شاؔد۔ یہ حضرت کے ارشد تلامذہ تھے۔ اور اپنے زمانہ میں بلحاظ کمالات صوری ومعنوی خود بھی یکتائے زمانہ و بینظیر تھے چنانچہ ڈاکٹر سر اقبال نے میری اہلیہ کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا۔ "حضرت فریاؔد کے کمالات کا کیا کہنا جن کے شاگردوں میں حضرت شاؔد جیسے باکمال ہوں"۔ ان لفظوں سے استاد و شاگرد دونوں کے کمالات پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت شاؔد عظیم آبادی نے اپنی مختلف تصنیفوں میں والد مرحوم کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔ خود ان کے متعلق اتنا اور لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ سر عبدالقادر حال ممبر انڈیا کونسل نے "رسالہ مخزن" میں جب اردو سبھا کی تحریک کی تھی تو حضرت شاؔد کو اس کا راجہ اندر بنایا تھا۔

مولوی سید سلیمان ندوی نے کلام شاؔد کا جو مقدمہ لکھا ہے اس میں ان کو اپنے وقت کا میرؔ بتایا ہے اور مولانا مذکور والد مرحوم کی نسبت اسی مقدمہ میں یوں لکھتے ہیں۔ "حضرت شاہ الفت حسین فریاؔد اپنے عہد کے باکمال تھے۔ وطن گو عظیم آباد تھا مگر سرکاری توسل سے عمر کا بڑا حصہ مرشد آباد اور کلکتہ میں گذرا نظامت بنگالہ کی طرف سے سفارت و نیابت کے عہدہ پر ممتاز تھے غرض علم و اقبال دونوں درباروں میں ان کی کرسی بچھتی تھی۔ فارسی اور اردو دونوں میں داد سخن دیتے تھے۔ شاہ صاحب کی آغوش تربیت میں بہار و بنگالہ کے سیکڑوں سخنور پل کر جوان ہوئے مثلاً خواجہ محمد شاہ شہرؔت و مولانا اصغر حسین کاملؔ و مولوی عبدالروف وحیدؔ و مولوی معین الدین احمد ذکیؔ وغیرہ خاص شہر عظیم آباد میں جو دو نہال اس بہار سخن کے فیض سے بابرگ و بار ہوئے اور بحمد اللہ کہ اب تک یادگار سلف باقی ہیں وہ نواب سید امداد امام صاحب اثرؔ اور مولانا سیّد علی محمد شاؔد ہیں، یہ دونوں باکمال آج تک[1] ملک میں بزرگوں کے نام روشن

[1] صد ہزار افسوس کہ یہ دونوں باکمال بھی اب نہ رہے۔

کر رہے ہیں۔ عہد ماضی کے چراغ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ"۔

بہار و بنگالہ تو ایک طرف اسی حیدرآباد کے ایک بےمثل عالم، ادیب و شاعر حضرت آقا سید علی شوستری اعلی اللہ مقامہ متخلص بہ طوبیٰ مخاطب بہ سلطان العلما نواب سناد الملک جن کو حضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی استادی کا شرف حاصل تھا اور جن سے استفادہ نواب عماد الملک مرحوم و مغفور اور مفتی ضیا یار جنگ بہادر جیسے باکمالوں نے کیا تھا کتاب مشیر نسواں میں حضرت طوبیٰ نے جو طویل تقریظ لکھی ہے میرے ذکر کے سلسلہ میں حضرت والد مرحوم کے متعلق جن کا بہت سا کلام حضرت طوبیٰ کی نظر سے گزر چکا تھا اور جن کے بچ کے حالات سے خوب واقف تھے یوں رطب اللساں ہیں۔

"امارت دستگاہ سیادت پناہ حضرت سید شاہ الفت حسین متخلص فریاد کہ خاطر زمانہ مثل او یاد نہ دارد کہ در عہد خود صاحب جاہ و دستگاہ در دولت بنگالہ را سفیر و کبیر و در دربار آں دولت امیر عدیم النظیر از ہر خصال مزایا صاحب فطرت بلند و طبع ارجمند و کلام نثر ایشاں نثرہ نثار بودہ و کلام معجز نظام نظم ایشاں ثریا دثار و اقع شاعرے در فن شعر باایں استعدادات ذاتیہ و کسبیہ ہر نقطہ معینش ظاہر است بلکہ تواں گفت کہ مادر دوران خصوص ملک ہندوستان چنیں روئیدے نہ زائیدہ"۔

یہ قول ورائے کہ حضرت فریاد کی مثال ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئی کن باکمال ہستی کی ہے یہ تقریظ چھپ چکی ہے اور اصل مرحوم کی قلمی میرے پاس محفوظ ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت فریاد برد اللہ مضجعہ کے ذاتی کمالات کے تذکروں سے بڑے بڑے باکمالوں کی تصنیف پر ہے اور عالی نسبی کے حالات سے کتب سیر مالا مال ہیں۔ حضرت امام موسی بن جعفر علیہ السلام سے لیکر بنی عباسیوں کی آخری عہد حکومت تک اور پھر جب ہندوستان میں ان کے اجداد آئے تو محمد تغلق بادشاہ سے لیکر عہد آخر اسلامی تک

طبقہ بہ طبقہ کوئی نہ کوئی یا تو فرمانروائے ملک نظر آتا ہے یا اعلیٰ درجہ کا خانقاہ نشین مرتاض جس کے سامنے سر نیاز شاہان اسلام کا جھکا ہوا ہے جس کے اجداد کو خطاب نظام الملتہ والدین شاہان اسلام کی طرف سے موروثی ملا تھا۔ جس سے بڑھ کر خطاب دین و دنیا کے اعتبار سے مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اپنے والد مرحوم کا ذکر اور ان کے اجداد کا تذکرہ کرنے سے پہلے تو یہ بتلانا ہے کہ یہ حضرات کس پائے کے لوگ تھے اس کے بعد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان کا مذہب و مسلک کیا تھا یعنی مولائے دو جہاں مظہر العجائب حضرت علی ابن ابیطالب کے ساتھ کیا عقیدہ رکھتے تھے۔؟

منکشف ہو کہ میرے اجداد میں بعض بزرگوار سادات بارہہ سے جو تھے یعنی امیر الامرا نواب سید حسین علیخاں ان کے بھائی نواب سید عبداللہ خاں قطب الملک اور برادر عم زاد نواب سید محمد نصیر خاں وغیرہم تو شیعہ اثنا عشری تھے بقیہ سب تفضیلی سنّی تھے یعنی حضرت علیؑ کے نام کے عاشق اور ان کے شیدا تھے بعد رسالتمآبؐ ان کو دنیا کے انس و جن پر فضیلت دیتے تھے۔ میرے جدّ اعلیٰ حضرت نصیر الدین اودھی چراغ دہلوی خلیفہ و جانشین حضرت محبوب الٰہی کے تھے جن کا مسلک اوپر لکھ چکا ہوں کہ وہ رسول مقبول صلعم سے حضرت علیؑ کو جدا نہیں سمجھتے تھے ان کی عقیدتمندی ان کے کلام سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت چراغ دہلی کے خلیفہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کا حال تھا ان کی فارسی مثنوی جو اس وقت میرے پاس نہیں ہے مگر میرے کتبخانہ آبائی میں جو کلکتہ میں ضایع ہو گیا اس مثنوی کا ایک قلمی نسخہ تھا وہ مثنوی والد مرحوم کی صحبت میں اکثر پڑھی جاتی تھی وہ عرفان میں اور حضرت علیؑ کی شان میں ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ و اہلبیت اطہار کے ساتھ ان کو عشق تھا۔ گلبرگہ میں جو ان کا گنبد ہے اس کے اندر دوازدہ امام علیہم السّلام کے نام چاروں طرف کندہ ہیں اس سے بھی ان کے مذہب و مسلک پر

روشنی پڑتی ہے۔ حضرت چراغ دہلی کے پیرومرشد اور ان کے مریدین کے عقاید سے حضرت چراغ دہلوی کے مسلک پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ان کا کلام بہت سا ہے مگر اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔

محفل حال و قال میں حضرت چراغ دہلوی کی ایک غزل جس کے مطلع کا پہلا مصرع یہ ہے

"بیکارم و باکارم چوں مد بحساب اندر"

اکثر قوال گاتے ہیں۔ حضرت والد مرحوم فرماتے تھے کہ میرے کل اجداد غلامان حیدر کرار تھے۔ حضرت سید شاہ غلام علی قدس سرہٗ جو میرے والد کے حقیقی نانا کے اور صاحب سجادہ دیورہ شریف تھے جن کے جد حضرت مخدوم شاہ برہان الدین خوند میاں فردوسی دیوری تھے۔

حضرت سید شاہ غلام علیؒ قدس سرہٗ مثل اپنے جد کے بڑے صاحب کشف و کرامات تھے۔ سیر المتاخرین میں ان کا ذکر مشائخ عظام صوبہ بہار میں ہے اور لکھا ہے کہ صاحب نوبت و نشان تھے ان کی کرامتوں کا ذکر مثنوی بشارت الامامت میں نواب سید غلام حسین خاں طباطبائی مرحوم نے کیا ہے اور ان کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ حضرت سید شاہ غلام علیؒ صاحب بہت صغیر سن تھے جبکہ ان کے والد کا وصال ہوا عالم شباب میں ان کو یہ خیال ہوا کہ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرونگا جو حضرت علیؑ کا مشاہدہ کرا دے۔ یہ قصہ طلب مضمون ہے۔ خلاصہ یہ کہ بڑی جستجو اور بہت سی چلہ کشیوں کے بعد حضرت علیؑ کا دیدار حضرت سید شاہ نعیم اللہ طباطبائی نے جن کی بہت سی کرامتیں اس مثنوی میں ہیں ان کو اس طرح کروایا کہ بیٹھے بیٹھے حضرت نعیم اللہ کیلئے کمبل بچھا رہے تھے کہ ان کو غنودگی سی طاری ہوئی اور اسی حالت میں حضرت علیؑ کے دربار میں پہونچ گئے جہاں سامنے دست بستہ حضرت نعیم اللہ قدس سرہٗ بھی ایک جانب کھڑے تھے۔ حضرت علیؑ نے سید شاہ غلام علیؒ صاحب کو مخاطب کرکے اور شاہ نعیم اللہ صاحب کی طرف اشارہ

کرکے فرمایا کہ غلام علی یہ میری اولاد ہے اس سے بیعت کرو۔ اتنے میں شاہ نعیم اللہ صاحب نے فرمایا کہ کمبل بچھاتا ہے یا سوتا ہی۔ چنانچہ یہ فوراً بیدار ہوئے تو شاہ نعیم اللہ صاحب نے فرمایا دیکھ لیا جو تو چاہتا تھا۔ یہ فوراً شاہ نعیم اللہ صاحب کے قدمبوس ہوئے اور اس وقت سے اپنی خانقاہ وغیرہ چھوڑ کر اپنے پیر کے ساتھ ہو گئے اور جب تک شاہ نعیم اللہ صاحب زندہ رہے ساتھ رہے۔ شاہ نعیم اللہ صاحب کی اور بھی کرامتیں اسی مثنوی میں ہیں۔ یہ بخشی الممالک نواب سیّد ہدایت علیؒ خاں طباطبائی اسد جنگ سابق ناظم بہار کے والد تھے اور فقیر ہو گئے تھے مگر یہ خود ان کے بیٹے پوتے نواب فخر الدولہ وغیرہ سب شیعہ اثنا عشری تھے اور نواب مہابت جنگ سابق صوبہ دار بہار اڑیسہ و بنگالہ کے قرابتدار تھے اپنے پیر حضرت شاہ نعیم اللہ کے وصال کے بعد شاہ غلام علی صاحب حسب اسال دیورہ تشریف لائے اور خانقاہ نشین ہو گئے تھے اس زمانہ میں نواب مہابت جنگ حضرت کی قدمبوسی کو آئے چونکہ اس زمانہ میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھی تھی احتیاطاً اپنے ہمراہ دس گیارہ ہزار فوج بھی لائے مگر جب دیورہ شریف دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر رہ گیا تو فوج وہاں چھوڑ دی تاکہ شاہ صاحب پر مہمانداری کا بار نہ پڑے اور اپنے ہمراہ چند نفوس کو لیکر دیورہ شریف پہونچے تو شاہ صاحب نے فرمایا۔ نواب صاحب کیا فقیر اس لائق نہ تھا کہ آپکے ہمراہی فوج کی مہمان داری کرتا۔ نواب مہابت جنگ خاموش ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا ابھی سب کو بلوائیے چنانچہ ساری فوج آ گئی اور حضرت شاہ صاحب نے ایک ہفتہ سب کی مہمانداری بڑی فراخدلی سے کی اور چلتے وقت سب کو اکرام و انعام اور پوشاکیں عنایت فرمائیں یہ تذکرہ اپنا چشم دید نواب سید غلام حسین خاں صاحب مرحوم مصنف سیر المتاخرین نے کیا ہے۔ ان سطروں کے لکھنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ شاہ غلام علیؒ صاحب کس پایہ کے بزرگ تھے کہ مہابت جنگ جیسا صوبیدار خود قدمبوسی کو حاضر ہوا اور حضرت شاہ

صاحب کو حضرت علیؑ امیر المومنین کے ساتھ کیا نسبت تھی۔ والد مرحوم شاہ غلام علی صاحب کی آل میں تھے اور سجاد گی اولاد پر منتقل ہوئی۔ حال صاحب سجادہ شاہ فدا حسین صاحب فردوسی ہیں مجھ کو کبھی کبھی خط لکھتے ہیں۔ راقم کے دادا کے نانا حضرت ابو المعالی پیر الملک اور ان کے فرزند سیّد شاہ غلام رسول عرف شاہ چولھائی صاحب عشرہ مبارک محرم میں اپنی خانقاہ میں بڑی دھوم کی عزاداری حسین کرتے تھے اور شب دہم امام باڑہ کی بارہ دری میں روشنی کر دیجاتی اور دروازہ بند کر دیا جاتا تھا جہاں ایک شیر ٹہلتا دکھائی دیتا۔ حضرت شاہ سید غلام رسول صاحب کو شاہ چولھائی کا لقب لوگوں نے اس لئے دیا تھا۔ کہ روزانہ ان کے یہاں چولھا روشن رہتا تھا اور غربا کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ دونوں باپ بیٹے عزاداران حسین تھے۔ حضرت سیّد شاہ کمال علی صاحب نواب میر فیض علیخاں سابق ناظم پٹنہ کے بڑے فرزند اور فقیر طریقت تھے اور علامہ وقت مانے گئے تھے انھوں نے اپنے نانا سیّد شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے بیعت کی تھی۔ ان کے منجھلے بھائی میر کلب علیخاں میرے والد کے حقیقی نانا اور ان کے چھوٹے بھائی نواب میر ذوالفقار علی خاں تھے جن کا پٹنہ میں ذوالفقار باغ مشہور ہے جہاں ایک مقبرہ اور بڑی مسجد بھی ہے۔ اور میرے والد مرحوم وہیں مدفون ہیں۔ غرض شاہ کمال علی صاحب بڑے عالم زبردست تھے اور فلسفہ الٰہیات میں قدیم حکما سے بھی آپ کا پلّہ بڑھا ہوا تھا۔ ملا صدرا صاحب کے مشہور مسئلہ حدوث دہر کی جس کی مخالفت صاحب شمس بازغہ نے کی ہے ایسی تنقید کی کہ اگر اس وقت کے حکما زندہ رہتے تو مان جاتے۔ اثبات ذات واجب الوجود میں ڈہائی دلیلیں حکیم ارسطو کی مشہور ہیں مولانا غیاث الدین شیرازی نے چھ دلائل اور بڑہائے ہیں۔ علامہ دوّانی نے ارسطو کی ڈہائی دلیلوں کو تین کیا۔ حضرت سید شاہ کمال علی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف کمالات الحکمت میں ارسطا طالیس کی ڈہائی دلیلوں کو اٹھارہ کیا تھا۔

اس وقت کے جتنے حکام متالہین تھے سب نے ان کی بزرگی و حکمت مان لی تھی۔ افسوس یہ ہے کہ یہ کتاب بھی اور حضرت علی کی منقبت میں بزبان عربی جو چند قصیدے حضرتؒ نے کہے تھے وہ بیاض بھی کلکتہ میں میرے آبائی کتبخانہ کے ساتھ ضائع ہو گئی۔ ان قصاید سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علی کی غلامی کا کس قدر فخر و ناز ان کو تھا۔ حضرت شاہ کمال علی صاحب علیہ الرحمۃ والد کے نانا بھی اول عشرہ محرم میں عزاداری امام مظلوم شہید اعظم کی کیا کرتے تھے۔ حضرت سیّد شاہ کمال علی صاحب کے حالات میں لکھا ہے جس کو میں نے اپنے والد مرحوم کی زبانی بھی سُنا تھا کہ روز عاشورہ چھوٹے دیوانخانے میں جس کا کچھ حصّہ سڑک کے کنارے پر بھی تھا جس پر چلمنیں پڑی رہتی تھیں۔ چلمنوں کے اندر سے حضرت شاہ کمال علی صاحب بروز عاشورہ جو تابوت وغیرہ ادہر سے جاتے تھے ان کی زیارت کیا کرتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بروز عاشورہ اس طرف سے کوئی تعزیہ جا رہا تھا کہ حضرت شاہ صاحب بتیابانہ طریقے سے فوراً اوپر سے کود پڑے اور ننگے پاؤں روتے ہوئے مُنہ سے کف جاری اس تعزیہ کے ساتھ کربلا تک تشریف لے گئے۔ ان کے کودنے پر بہت سی لوگ دوڑے اور ایک فینس بھیجی گئی جس پر کربلا سے واپسی ہوئی۔ گھر آنے کے بعد بھی اُس دن حضرت کی عجیب حالت رہی دوسرے یا تیسرے دن لوگوں نے بالاخانہ سے کودنے کا جب سبب دریافت کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اس تعزیہ کے ساتھ نبی کا نواسا حسینؑ کشتہ و شاہ شہیداں جا رہا تھا۔ بھلا میری مجال تھی کہ میں بیٹھا رہتا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا کیا مرتبہ عالی تھا اور حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ان کا کیا تعلق تھا ان کے حالات میں اور عجیب و غریب واقعے لکھے ہوئے ہیں حقیر کے دادا صاحب نظام الملۃ حضرت سیّد شاہ نور الحسنین علیہ الرحمۃ جن کے سیکڑوں مُرید تھے ان کا کلام بھی منقبت حضرت علیؑ میں بہت سا ہے

اس جگہ ایک نظم حضرت کی لکھتا ہوں جس سے حضرت کے اعتقاد پر روشنی پڑتی ہے۔

علیؑ بعد از رسولِؐ پاک واکرم　　بود برتر ز کلؑ اہل عالم
علیؑ کو رتبہ اش از مرسلاں بیش　　ملائک در عقب باشند او پیش
چو سرّ حق نہاں اوصاف آن ذات　　علیؑ را ماندانستیم، ہیہات
علیؑ را قدر پیغمبر شناسد　　کہ ہر کس خویش را بہتر شناسد

ان اشعار سے ظاہر ہوا کہ دادا صاحب بھی حضرت علیؑ کا مرتبہ بعد رسالتمآبؐ سمجھتے تھے۔ اور سب پر فضیلت دیتے تھے۔ حضرت والد اعلی اللہ مقامہ نے بہت سے قصائد منقبت جناب امیر علیہ السلام میں ارشاد فرمائے ہیں جن میں سے بعض قصیدے حضرت شاد نے حیات فریاد میں شائع کئے ہیں۔ وہ کتاب چھپی ہوئی ہے لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ اس جگہ ایک قصیدے کے چند اشعار لکھتا ہوں۔

آں خسرو اقلیم دیں آں مالک ملک یقیں　　استادِ جبریلِ امیں اعنی امیر المومنیں
موسیٰ بہ فیضش کامرس عیسیٰ از او صاحب نفس　　با مصطفیٰ ہمراز و بس مارا امام اولیں
دانائے راز کبریا۔ داماد ختم الانبیا　　سردفتر اہل صفا سلطان ذو رائے متیں
صفدر لقب خیبر شکن بنیاد عنتر برفگن　　وصفش نہ گنجد در دہن چوں مدح رب العالمیں

یہ قصیدہ پورا علیحدہ چھپا ہوا ہے حیات فریاد میں چند شعر اس میں کے درج ہیں عموماً مصنفین حمد باری تعالیٰ کے بعد نعت سرور کائنات اس کے بعد منقبت جناب امیر علیہ السلام علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں مگر والد مرحوم نے اپنی مثنوی دبستان اخلاق تتبع بوستان سعدی میں جو چھ ہزار اشعار آبدار میں ختم ہوئی ہے اور پچاس سال قبل چھپی تھی اور میں اُسے دوبارہ چھپوا رہا ہوں نعت کے ساتھ منقبت لکھی ہے

کیونکہ رسولؐ پاک سے حضرت علیؑ کو جُدا نہیں سمجھتے تھے۔ جو عقیدہ حضرت نظام الدین سلطان الاولیا محبُوبِ الٰہی کا تھا۔ اس مثنوی میں حمد باری تعالیٰ علٰحدہ ہے۔ نعت و منقبت کا مندرجہ ذیل عنوان والد مرحوم نے قائم فرمایا ہے۔

نعت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و منقبت جناب امیر علیہ السلام

ثنائے محمدؐ چہ گوید کسے
کہ رہ گم کند گرچہ پوید بسے

ثنائے جناب رسالتمآبؐ
نیاید مگر از لبِ بوترابؑ

کہ داند نبیؐ را علیؑ و اجنبی
بود نفسِ او عین نفسِ نبیؐ

زیک مہر تاباں بود ایں دو ماہ
چہ نورے کہ روشن کند دو نگاہ

بجوئے تر و تازہ شد ایں دو باغ
ز نورے فروزندہ شد دو چراغ

بر نورسِ بوستان خلیل
دُر درجِ دود مانِ خلیل

کلاہ نبوت از او سر بلند
سر یر رسالت بدو ارجمند

قدیمی کہ حادث لقب یافتہ ست
حدوث و قدم را بہم بافتہ ست

بروز جزا عاصیاں را شفیع
بصدر وکالت بقدر رفیع

در آں فکر گر خامہ آرم بدست
بہ تحریر آں نامہ آرم بدست

سر و برگ طوبیٰ و ہم خامہ را
سپہر ثوابت کنم نامہ را

چہ گوید کسے وصف آل رسولؐ
کہ بودند از بطن پاک بتولؑ

مہ آسمان کرامت بودند
چراغ حریم امامت بودند

بکف ہر یکے را کلید فتوح — کہ بودند مانندِ کشتیٔ نوح
نگنجد در اوصاف شاں چند و چوں — کہ از حد کیف و کم آمد بروں
اگر لب کشائم بمدحت گری — سپارم طریق ثنا گستری
نہ برتابد اوراق ایں مثنوی — کہ باشد بر اوصاف شاں محتوی
چو نتوانم ایں راہ را بسپرم — بتہ ند کار گوئے سعادت برم
ز وصف شہ لافتیٰ دم زند — کہ از علم ذاتِ خدا دم زند
لبم از کجا آں تواں آورد — کہ وصفِ علیؑ بر زباں آورد
ثنائے کسے را کہ گوید خدائے — لب ہرزہ چایم چہ آرد بجائے
لب قدرت حق ثنا خوانِ اوست — کہ نادِ علی مظہر شانِ اوست
ولائے علیؑ چیست لطفِ خدائے — ز دوزخ بخلد بریں رہ کشائے
ولائے علیؑ نور ایماں بود — کہ روشن از و بزم عرفاں بود
ولائے علیؑ کامرانی دہد — بہر دو جہاں زندگانی دہد
ولائے علیؑ چیست در ہلکات — ز دیوانِ محشر برات نجات
اگر ذرہ باشد اگر آفتاب — بود کامیاب از در بوتراب
زمان و زمین و مکان و مکیں — علیؑ را بود جملہ زیرِ نگیں،
بدرگاہ یزداں ہزاراں سپاس — بجا آورم با دل حق شناس
کہ انداخت مہر علیؑ در دلم — از آں نور پرورد آب و گلم

چو خورشید تابندہ شد گوہرم | گرانمایہ گوہر ازاں جوہرم
برون از دو گیتی بہشت من است | کہ از مہر حیدر سرشت من است
ز خاقان و قیصر گرامی ترم | کہ من از ازل بندۂ حیدرم
بدرگاہ یزدان عامی کنم | بجان و بدل التجا می کنم
کہ خاک نجف خوابگاہم بود | پناہ ولایت پناہم بود

والد مرحوم نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ غیر محدود فضائل مرتضوی کا عشر عشیر بھی نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ ؎

حیدر کی صفت کیا کوئی انساں لکھے | کیا تاب کوئی دوسرا قرآں لکھے
ممکن نہیں انساں سے ثنائے حیدرؑ | ہاں لکھے تو پھر ایزد سبحاں لکھے

راقم نے علاوہ حوالہ کتاب اللہ کے ایسی حدیثوں کا بھی حوالہ دیا ہے جو مسلمہ جملہ فرقہ ہائے اسلامیہ ہیں۔ نہ اس قسم کی حدیثوں کا جو یکطرفہ ہیں جن کا تذکرہ چند سال کے قبل شمس العلما مولوی سید ممتاز علی صاحب مرحوم لاہوری نے رسالہ "تہذیب نسواں" کے چند نمبروں میں بعنوان "جمع حدیث" کیا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں مثلاً چوبیس ہزار روایتیں جمع کی گئیں ان میں سے چار ہزار منتخب کر لی گئیں یا دس ہزار روایتیں جمع ہوئیں ان میں سے دو ہزار منتخب کر لی گئیں وغیرہ وغیرہ۔ ان روایتوں کی ترتیب و تدوین بہ زمانہ سلاطین اموی کی گئی تھیں۔ تاریخوں سے ظاہر ہے کہ باوجود خود کو مسلمان کہنے کے خاندان بنی امیہ و بنی عباسیہ کو بے انتہا بغض خاندان رسالت کے ساتھ تھا۔ حتیٰ کہ کسی کا علوی نسب ہونا گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ ہزاروں سادات بنی فاطمہ بغداد کی دیواروں اور رے کے قلعہ کی بنیادوں

میں زندہ دفنائے گئے۔ کوشش یہ تھی کہ صفحہ ہستی سے علیؑ اور اولادِ علیؑ کا نام تک محو ہو جائے۔ مگر جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے اور جو روایتیں منتخب کی جائیں اُن میں عموماً اس امر کی کوشش کی جاتی کہ حضرت علیؑ کی تفضیح و توہین ہو اور ان کا درجہ گھٹایا جائے۔ حالانکہ حضرت علیؑ کے متعلق رسول پاک نے لحمک لحمی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور انا خاتم الانبیاء و علیؑ خاتم الاولیاء فرمایا پھر اب رکھا ہی کیا رہا۔ یعنی حضرت علی کو ایک جسم و جان کر لیا اور دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے حضرت علی کو اپنا ہم پلّہ و ہمسر بنالیا۔ اس کے بعد اب اگر کسی نے حضرت علی سے کسی کو بڑھایا تو اس نے گویا رسول سے اس کو بڑھایا۔ ان حدیثوں کے فرمانے کے بعد جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جو مسلمۂ خاص و عام ہیں اور متفق علیہ ہیں یہ امر خلاف عقل و قیاس ہے کہ رسول نے حضرت علیؑ پر کسی انسان کو ترجیح دی ہو۔ دوسرے لفظوں میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح دی۔ حضرت علی نے بارہا اپنے بلند رتبہ کا ذکر فرمایا اور سوائے رسول کے کسی بشر کو اپنے سے بالاتر اور بہتر نہیں سمجھتے تھے اور کیونکر سمجھتے کہ وہ عین نفس نبی تھے لفظ انفسنا کے تحت مباہلہ میں مردوں میں رسول اور علیؑ شامل تھے۔ ؎

خدا نفس پیغمبر اش خواندہ است — دگر را فضیلت کجا ماندہ است

مختصر یہ کہ اور جس قدر ثنا و صفت حضرت علیؑ و اولادِ علیؑ کی میں نے لکھی ہے اسے پڑھ کر مومنین کو روحانی جوش و خوشی ہوگی اور ان کے گلہائے دل کنول کے پھولوں کی طرح کھل جائیں گے مگر بصد افسوس اس تصویر کا ایک اور رخ بھی میں دکھلاؤں گا جس سے یہ کھلے ہوئے پھول مرجھا جائیں گے۔ وہ یہ ہے کہ جن خدا کے پیاروں کے ذمثل پاکیزہ معصومانہ اوصاف ہوں جن پر خدا کی رحمتوں کی بارش ہوتی ہو جن کے لئے آیہ مودت کا نزول ہوا جن پر خالق ازلی و ابدی کا نور پر تو فگن رہا ہو جن کو خدا اور اس کا رسول بیحد

عزیز و محبوب رکھتا ہوا ان پر جو جانگداز مظالم ڈھائے گئے اور قیامت خیز ستم توڑے گئے ان کا ذکر بھی کنایتہً واشارۃً اور کہیں صراحتہً کروں گا۔

اگر بہ تفصیل تذکرہ کروں تو خوف طوالت کا ہے دوسرے میرا بیان بینیہ مرثیہ ہو جائیگا جس کے پڑھنے کیلئے پتھر کا کلیجہ چاہئے اس لئے تفصیل سے درگذر کرتا ہوں جو لوگ ان جانگداز واقعات کی تفصیل دیکھنا چاہتے ہوں وہ کتاب "مناظر المصائب" مصنفہ مولانا شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب مرحوم کا مطالعہ فرمائیں

مولانا مفتی ضیاء یار جنگ بہادر کا یہ شعر اوپر کہیں لکھ آیا ہوں اور پھر حوالہ قلم کرتا ہوں ؎

گماں نبود کہ بعد از وفات ختم رسل زمانہ منحرف از بوتراب خواہد شد

اس شعر کے بعد کا دوسرا شعر یہ ہے ؎

جز ایں نبود دگر باعث عناد علیؑ کہ جانشین رسالت مآب خواہد شد

یہ دونوں شعر جناب مفتی صاحب کے ایک سلام کے ہیں یہ سلام اخبار "رہبر دکن" میں دو سال قبل چھپا تھا۔ زمانہ سے مراد کسی نفس واحد سے نہیں ہے بلکہ رسالتمآب کی وفات کے بعد جس قدر لوگ دنیائے اسلام میں اس وقت موجود تھے بجز چند کے سب حضرت علیؑ سے منحرف ہو گئے تھے جس کا سبب دوسرے شعر میں مفتی صاحب نے ظاہر فرما دیا ہے۔ غرض یہ کہ ادھر ختمی مرتبتؐ نے ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کیں کہ دنیا پلٹ گئی خدائی دوسری ہو گئی۔ رسول کے کنبہ سے سب نے آنکھیں پھیر لیں جیسے ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا رسول کی لاڈلی بیٹی جن کے رسول خدا دل و جان سے شیدا تھے اور رسولؐ جن کا بیحد احترام کرتے اور فرماتے تھے فاطمہ سیدۃ النساء العالمین یعنی فاطمہ دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہیں (دیکھو صواعق محرقہ) یہ لقب کسی اور عورت کو رسول خدا نے نہیں دیا۔

فاطمہ آتی تھیں جب تسلیم کو خود نبیؐ اٹھ جاتے تھے تعظیم کو

اس میں مطلق تصنع یا مبالغہ شاعری نہیں ہے بلکہ یہ شعر مبنی بر حقیقت ہے جن کا لقب رسولؐ نے خاتون جنت دیا تھا اور فرماتے تھے فاطمۃ بضعۃ منی اغضبھا اغضبنی یعنی فاطمہ میری گوشہ جگر ہے جس نے اُس کو غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا دیکھو صحیح مسلم اہلسنت جلد ۲ وغیرہ اللہ اکبر کیا مرتبہ ان خاتون جنت کا تھا مگر حیف صد حیف بضعۃ رسول کو جس طرح غصہ دلایا گیا اور جس طرح صدمے دیئے گئے وہ حقیقت کیفیت احاطہ تحریر سے باہر ہے جس کے پڑھنے سے کلیجہ شق ہو جاتا ہے اس لئے ان حالات کو اس جگہ دُہرانا پسند نہیں کرتا فقط یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

گھر کو نبیؐ کے آگ لگانے کی دھمکیاں دی تھیں کسی نے فاطمہ کو مصطفےٰ کے بعد

تفصیل کے لئے دیکھو علاوہ مناظر المصائب - امامۃ السیاسۃ صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصر مصنفہ علامہ ابن قتیبہ اہلسنت - جہاں اور اندوہناک و جگر خراش اسباب حضرت فاطمہ کو غیض و غضب میں لانے کیلئے ہوئے جن کی تفصیل کتاب مناظر المصائب میں ہے وہاں ایک سبب یہ بھی ہوا کہ ایک گاؤں جو باغ فدک کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس میں باغ بھی تھا جو بغیر جہاد رسول خدا کے قبضہ میں آیا تھا یعنی یہودیوں نے بطور خود رسول خدا کو نذر دیا تھا - اسی اثناء میں جبرئیل امین بحکم رب العالمین آیہ فات ذالقربی حقہ (پارہ ۱۵ رکوع ۷) یعنی قرابتدار کو اس کا حق دو لیکر نازل ہوئے تو حکم خدا کی تعمیل میں یہ موضع رسول پاکؐ نے اپنی صاحبزادی کو ہبۃً عطا فرمایا اس کے متعلق ایک نوشتہ بھی دیا - قبضہ دیکر ہبہ کی تکمیل ختمی مرتبت نے فرمادی بضعۃ الرسول تاحیات اپنے پدر بزرگوار اس گاؤں پر قابض و متصرف رہیں -

حیف اکہ بعد وفات پیغمبرؐ خدا یہ کہہ کر کہ انبیاء ترکہ نہیں چھوڑتے یہ موضع چھین لیا گیا - یہ امر کس

قدر تعجب انگیز ہے کہ جو کہا گیا کہ رسولؐ خدا نے خود ایسا فرمایا۔ دوسرے لفظوں میں معاذاللہ رسول خدا نے خدائے پاک کے فرمان کے خلاف اپنی رائے دی۔ حالانکہ رسولخدا نے خلاف قرآن پاک کے نہ کبھی کچھ کہا اور نہ کیا۔ اول تو جائداد موہوبہ موہوب الیہ کے قبضہ میں جا چکنے کے بعد اس پر اطلاق ترکہ کا کرنا ہی تعریف ترکہ کی ہے علاوہ ازیں رسولخدا نے یہ کیونکر فرمایا کہ انبیاء نہ ترکہ چھوڑتے نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے درحالیکہ سابق انبیاء ورثا چھوڑ گئے اور خود حضرت علیؑ نے بھی بارہا فرمایا کہ رسول کا میں وارث ہوں ملا جامی لکھتے ہیں۔ "حضرت علیؑ روزے بالائے منبر گفت انا عبداللہ واخو رسول اللہ ووارث نبی الرحمت۔ (دیکھو شواہد النبوت صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ بمبئی) یہ تو ہمیشہ دنیا میں ہوتا آیا ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ مگر جبر و تعدی کیلئے بھی موقع و محل ہوتا ہے اور وہ بھی کس کے ساتھ رسول کی لاڈلی بیٹی کے ساتھ جس کا مرتبہ عالی خارج از بیان ہے جس کے لئے آیہ تطہیر باری تعالیٰ نے نازل کیا۔ اہلبیت میں صرف حضرت علیؑ، فاطمہ و حسنین شامل ہیں اور کوئی بشر نہیں ہے کیونکہ آیہ تطہیر کے نزول کے بعد ہی رسولخدا نے اہلبیت کی تعریف یہ فرمائی کہ اہلبیت سے مراد علی فاطمہ حسن حسین ہیں (دیکھو فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ از علامہ محمد ابن حجر مکّی اہلسنت۔ جبکہ رسولخدا مباہلہ کیلئے تشریف لے گئے تو مردوں میں صرف حضرت علیؑ کو لے گئے۔ کسی اور زید و بکر و عمر کو نہیں لے گئے اور بچوں میں حسنین کو عورتوں میں صرف حضرت فاطمہ کو تھی کہ اپنی چہیتی بیوی کو شریک نہیں کیا۔ اس سے بھی بضعۃ الرسول کا درجہ عالی ظاہر و ہویدا ہے علاوہ ازیں ان کے جبر و تعدی و دل آزاری ایسے وقت میں کرنی جبکہ وہ اپنے پدر بزرگوار کے غم و الم میں مضطر و مضطرب تھیں۔ یہ وقت تو تسکین و دلاسا دینے کا تھا نہ کہ رنج والم بالائے رنج والم دینے کا۔ بہرحال جبکہ یہ گاؤں چھین گیا تو مجبوراً دعویٰ دربار خلافت پناہی میں دائر

کیا گیا۔ مگر وہ بھی خارج کر دیا گیا۔ دیکھو معارج النبوۃ رکن چہارم از شاہ عبدالحق دہلوی۔ جب دونوں جہان کی شہزادی سے فدک جو واحد ذریعہ معاش تھا لے لیا گیا تو ان کے لئے اور ننھے ننھے صاحبزادوں کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کر دینا تھا جیسا کہ نبیؐ کی دو بیویوں کیلئے جن کے لئے خدا نے فرمایا تم دونوں کے دل کج ہوگئے ہیں سینکڑوں درہم ماہانہ اخراجات کے لئے مقرر کئے گئے تھے آخر مجبوراً حضرت علیؑ لوگوں کے باغوں میں آبیاری کرکے اور محنت و مزدوری سے چار پیسے پیدا کرکے بیوی بچّوں کو پرورش فرماتے رہے، اور جب کبھی مزدوری نہ ملی تو سب پر فاقے گزرتے۔ اور اگر کچھ مل گیا تو اس میں بھی حق سائل کچھ ہوتا حاکمانِ وقت اور مقتدر لوگوں کو رسولؐ سے جس قسم کی محبت تھی اس کا اظہار عجیب و غریب طریقہ سے کیا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ایک سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ہر خلیفہ اپنے زمانہ میں اس امر کا مقتدر تھا کہ جو جی چاہتا جس کو بخشدیتا جیسا کہ خلیفہ سومؓ نے اسی فدک کو اہلبیت کے حوالے نہ کرکے مروان کو بخشدیا۔ حضرت علیؑ بھی اس امر کے مقتدر تھے کہ اپنے زمانہ خلافت ظاہری میں یہ موضع اپنے تصرّف میں لے آتے مگر نہ لائے۔ کسی نے عرض کیا کہ کیوں نہیں فدک آپ اپنے تصرف میں لاتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ جو چیز مجھ سے غصباً بجبر لے لی گئی اس کو واپس لینے سے بجبر لینے والے کی مشغول الذمگی میں کمی ہو جائیگی، علاوہ ازیں باتباع رسول اکرمؐ بھی فدک واپس نہیں لیا۔ کیونکہ رسول مقبولؐ نے بھی بعد فتح مکّہ اپنا آبائی مکان واپس نہیں لیا۔ فدک کے مقدمہ میں نفس نبی حضرت علیؑ کی شہادت رد کی گئی ؎

مگر رسولؐ خدا در لحد ملول نہ شد   شہادت علیؑ مرتضیٰ قبول نہ شد

روح رسولؐ کیوں نہ ملول ہو۔ علیؑ جھٹلائے گئے جن کی نسبت رسولؐ نے بارہا فرمایا کہ علیؑ ہمیشہ حق پر ہیں۔ دربار رسالت میں ایسے بھی لوگ تھے جن میں سے ایک صاحب نے بوقت ترتیب صلحنامہ

حدیبیہ رسول کے مُنہ پر کہدیا کہ صلح اس قدر دب کر آپنے کی ہے کہ مجھے آپ کی رسالت میں شبہ ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلامتی ایمان و تزکیہ نفس وغیرہ من اللہ نعمتیں ہیں۔ رسول اپنے حقیقی چچا کو راہ پر نہ لاسکے نہ اپنی دو بیویوں کی کجی نکال سکے غیر تو غیر ہے۔

اپنے پدر عالیمقام کی رحلت کے بعد اس دنیائے فانی میں خاتون جنت نے حزن و الم میں چھ مہینے گزارے۔ بعد رحلت بھی ان کے جسد اطہر کو باپ کا پہلو تو کجا پائنتی بھی جگہ نہ ملی اور لحد پاک رسول سے دور مدفون کی گئیں۔ اسی مقام کے متصل رسول کی اور اولادیں علی و فاطمہ کے گوشہ ہائے جگر یعنی امام حسن علیہ السلام۔ امام زین العابدین علیہ السلام۔ امام محمد باقر علیہ السلام۔ امام جعفر صادق علیہ السلام جملہ پانچ معصوم ایک احاطہ میں دفن کئے گئے جیسا میں نے کہیں اوپر لکھا ہے کہ خاندان مصطفوی سے جو بغض و عناد کا سلسلہ شروع کیا گیا تو اب تک جاری ہے جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جس جگہ ان پانچوں معصوموں کی لحدیں تھیں جس مقام کو جنت البقیع کہتے تھے ظالم نجدیوں نے سب کو ڈہا کر زمین کے برابر کردیا۔ یہ بے انتہا تعجب خیز امر ہے کہ رسولؐ کے پہلو میں ان کی اولادیں نہ ہوں..... نجدیوں نے اولاد رسول کے ساتھ جو گستاخیاں اور بیحرمتیاں کیں وہ بھی نتیجہ انھیں دو الفاظ "حسبنا کتاب اللہ" کا تھا۔ اولاد رسول قابل احترام شروع ہی سے نہ رہی۔

خاتون جنت کے بعد ان کے شوہر گرامی قدر جو دنیا میں سب سے بڑے عالم علم عرفان رموزدان اسرار حقیقت تھے ان کے ساتھ جو بدسلوکیاں اور بیحرمتیاں کی گئیں انھیں کا ظرف تھا اور اس میں بھی کوئی حقیقت حال پوشیدہ تھی سب باتوں کو نہایت خاموشی سے شہد کے گھونٹ کی طرح پی گئے ورنہ کلمہ گویان رسولؐ آپس میں کٹ مرتے خون کی ندیاں بہتیں اور بعد شہادت علی علیہ السلام طفل اسلام

کا جو اس وقت جھولے میں تھا خاتمہ ہو جاتا۔ بیعت کے لئے کیا کچھ زور نہیں ڈالا گیا۔ علیؑ نفس رسول ہو کر کیونکر بیعت کرتے۔ نہ کرنی تھی اور نہ کی۔

یہ حدیث قال نظر رسول اللہؐ الی علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وفاطمۃؑ۔ انا حربٌ لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم مندرجہ ترمذی وغیرہ اوپر میں نے لکھی ہے کہ رسولؐ نے حضرت علیؑ و حسنین علیہما السلام و حضرت فاطمہؑ کی جانب دیکھکر فرمایا جو تم سے جنگ کریگا میں اس سے جنگ کرونگا اور جس سے تم لوگ صلح کروگے اس سے میں صلح کرونگا۔ اس کا مطلب بالکل صاف ظاہر ہے جو ان ذوات مقدسہ سے برسرپیکار ہوگا یا ان سے دشمنی کریگا وہ رسول پاک کا دشمن ہوگا۔ مگر اس حدیث کی کسی نے پروا نہ کی۔ بعد وفات رسول حضرت علی خلیفہ برحق کے مقابلے میں صف آرائیاں ہوئیں معرکہ ہائے کارزار جنگ ہائے جمل وصفین میں گرم ہوئے۔ پھر مدتوں منبروں پر خطیبوں نے علیؑ نفس نبی پر سب وشتم کئے جن کی بنا امیر معاویہ نے کی تھی۔ حضرت علی سے جنگ وجدال کو صرف خطائے اجتہادی سمجھا گیا۔ حالانکہ جیسا اور حق پرستوں کا خیال و قول ہے حضرت جامیؒ بھی وہی فرماتے تھے

اندراں حق بدست حیدر بود　　جنگ با او خطائے منکر بود

یعنی حضرت علیؑ سے جنگ خطائے اجتہادی نہ تھی۔ علیؑ اور اولاد علیؑ پر لعن وطعن کو سنت قرار دیا گیا سبحان اللہ کیا شان اسلام ہے۔ خدا بھلا کرے عمر ابن عبدالعزیز کا جس کی وجہ سے یہ کفر دور ہوا۔

امیر معاویہ کے اوصاف تو بے گنتی ہیں مگر ذیل کے تین اشعار بھی قابل ملاحظہ ہیں ؎

داستانِ پسر ہند مگر نشنیدی　　کہ از وو سہ کس او بہ پیمبر چہ رسید
پدر او درِ دندانِ پیمبر بشکست　　مادر او جگر عم پیمبر بہ مکید،

خود بنا حق حق داماد پیمبر بگرفت   پسر او سر فرزند پیمبر بہ برید

غرض یہ ہے کہ این خانہ تمام آفتاب است۔ تھوڑے سے الفاظ متعلق بمصائب حسنین علیہما السلام گوشہ ہائے جگر حضرت خاتون جنت ضبط قلم کرتا ہوں۔ بعد خلع خلافت امام حسن علیہ السلام کو ماہانہ بطور وظیفہ رقم خطیر دیا جانا قرار پایا تھا۔ گو حضرت فاطمہ صادقہ صدیقہ تھیں مگر ان کا دعویٰ قابل اعتنا و لائق وثوق نہ سمجھا گیا۔ درحالیکہ رسول کی بیٹی اور نواسے کسی ترکہ یا ورثہ کے مستحق ہی قرار نہ پائے تھے تو پھر امام حسن کو بلا وجہ کیوں کچھ ملتا۔ غرض سازشی کارروائی کے ذریعہ زہر دلوا کر ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اب رہے چھوٹے شہزادے امام حسین علیہ السلام ان پر اور ان کے عزیز و اقربا و اصحاب پر جو قیامت خیز محشر انگیز مصیبتوں کا طوفان ارض نینوا یعنی کربلا میں برپا کیا گیا وہ لائق اظہار نہیں۔ تین شبانہ روز بے آب و دانہ بوڑھے بڑے جوان بچے حتیٰ کہ شیر خوار بچہ سب کے سب قتل کئے گئے۔ اس نوعیت کا کوئی واقعہ تمام دنیا کی تاریخوں کی ورق گردانی کی جائے تو نہ ملے۔ ہر متمدن ملک و قوم کی تاریخ میں یہ واقعہ بےنظیر سمجھا گیا۔ مسٹر جیمس کار کرین مصنف تاریخ چین ایک انگریز مستشرق نے جن پر درد الفاظ میں اس واقعہ کا نقشہ کھینچا ہے وہ بھی لائق دید ہے مگر وہ کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ ورنہ اس کا اقتباس لکھتا۔ بقول مولانا نذیر احمد مرحوم ع ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلماں کردند۔

جناب مفتی ضیا یار جنگ بہادر کے اس شعر سے حقیقت حال پر روشنی پڑتی ہے۔

ختم بر کربلا شد آخر کار
کوشش باغیانہ را دیدم

اس واقعہ کے متعلق مرزا سودا کا مسدس جبل ذیل قطعی مسلمانوں کیلئے بہت عبرت انگیز و غیرت خیز ہے۔

کے عارفانہ مسائل میں سے چند بتلا کر فرمایا کہ اس سے زیادہ کے آپ متحمل نہ ہونگے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا حضرت جابرؓ جیسے بزرگوار کی یہ حالت تا زیست رہی کہ جب ان نکتوں پر غور کرتے تھے کثرت وجد و جوش سے آپ میں نہ رہتے آخر کنوئیں کے اندر مُنہ ڈالکر ان کلموں کو دُہراتے اور فرماتے حدثنی باقر العلوم هکذا هکذا اس حکایت کو دہرانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام جن کی عمر صرف نو۹ سال کی تھی کس قدر دریائے معرفت الٰہی میں ڈوبے تھے اس سے اندازہ ان کے والد کا کرلینا ہے کہ وہ کیا ہونگے ان کے فرزند جعفرؑ بن محمدؑ بھی دینی و دنیاوی علوم کے دریائے مواج تھے۔ مولانا فوق نے جو دوازدہ امام علیہم السّلام کی سوانحمریاں لکھی ہیں ان سے ان سب اماموں کے حالات علوم و ریاضت و پاکیزگی نفس وغیرہ معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ ان نفوس مقدسہ کو کس کس طرح تاجداران بنی امیہ و بنی عباس نے اذیتیں پہونچائیں اور زہر دے کر کس طرح ان کا خاتمہ کیا۔ علاوہ اس سوانح عمری کے جو حضرت فوق نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی لکھی ہے کشف الحقائق فی احوال امام جعفر صادقؑ بہت ہی مفصل و مبسوط سوانحمری حضرت کی ہے۔ ان کا تبحر علمی خارج از احاطہ بیان ہے۔ بڑے بڑے علمائے وقت یہود و نصارا وغیرہ حاضر خدمت مناظرہ کے لئے ہوتے تو آپ کسی شاگرد کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرماتے کہ اس سے مناظرہ کرو۔ وہ شخص یا تو مُنہ کی کھاکر واپس جاتا یا مشرف باسلام ہوتا۔ انکے شاگردوں میں جابر ابن حیان جیسا فلسفی گزرا ہے۔

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ جب تاجداران بنی امیہ کے مظالم وغیرہ سے خلق اللہ نالاں و پریشان ہوگئی تھی تو چند نفوس بنی عباس نے ایک کمیٹی کی اور امام جعفر صادقؑ کو اس میں شریک کیا اور عرض کی کہ آپ خلیفہ بننا قبول کیجیئے تاکہ خلافت مرکز اصلی پر عود کرے اور ہم سب آپ کی امداد کو حاضر ہیں

آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر تم لوگوں کے مقدر میں ہے۔ اس صحبت میں دونوں بھائی سفاح و منصور بھی موجود تھے اور بالکل معمولی حالت میں تھے امام وقت نے سفاح کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ پہلے تم خلیفہ بنو گے اور تمہارے بعد تمہارا بھائی منصور ہو گا۔ ان دونوں کو اپنی بے سروسامانی پر نظر کرتے یقین نہ آیا۔ اور پھر اسی روز یا دوسرے دن حضرت کے دولتخانے پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا ابن عم آپ نے جو فرمایا صحیح ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کیا کبھی میں جھوٹ بھی بولا ہوں، یہ قصہ بہت طویل ہے۔ ابو مسلم وغیرہ نے بنی عباسیوں کیلئے کیا کیا پروپگنڈا کیا غرض پہلے ایران سے بنی امیہ کے خلاف بغاوت کا آغاز ہوا اور سفاح خلیفہ بنا دیا گیا۔ اسی نے صادق کا خطاب آپ کو دیا تھا۔ مگر ستم یہ ہوا کہ منصور جب تخت پر متمکن ہوا تو حضرت جعفر صادق کا دشمن جانی ہو گیا۔ چنانچہ شواہد النبوت میں مُلا جامی یوں رقمطراز ہیں کہ ایک دن منصور متفکر و مکدر نظر آیا تو اس کے مقربین میں سے ایک شخص نے استفسار کیا کہ یا امیر المومنین آج آپ اس قدر مکدّر کیوں ہیں۔ منصور نے کہا کہ میں نے علویوں کو ایک ایک کر کے صاف کر دیا مگر اب ان کے سردار جعفر بن محمدؑ کو قتل کرنا ہے۔ مستفسر نے کہا کہ وہ تو نہایت پاکباز و عبادت گذار عالم متبحّر ہیں ان کی نظر دنیا پر مطلق نہیں ہے۔ ان سے کیا خوف ہے۔ منصور نے جس کا جواب یہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان کی امامت قبول کر لی۔

اللہ اکبر کیا بغض و عناد اولاد رسول سے تھا۔ منصور کو کچھ اور کام پیش آگئے وہ اس طرف متوجہ ہو گیا اور حضرت جعفر صادق کو کچھ زمانہ مہلت نشر علم کی ملی۔ منصور کے پوتے ہارون نے انگوروں میں زہر دلوا کر حضرت جعفر صادق کو شہید کیا آپ کے تبحر علمی کی کیفیت آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ نظیری نے جو منقبت حضرت جعفر صادق لکھی ہے۔ اس میں کا یہ شعر حضرت کی تبحّر علمی کا ثبوت ہے۔

در دین ابو حنیفہ باو برد التجا،   در شرع شافعی سخن او ادا نمود

علاوہ ازیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول کتاب تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا ما رائیت افقہ من جعفر ابن محمدؐ یعنی میں نے جعفرؑ ابن محمدؐ سے زیادہ علم کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ امام اعظم صاحب کا نام نعمان بن ثابت تھا۔ یہ بھی انھوں نے فرمایا۔ لولا سنتان لھلک النعمان یعنی دو سال اگر جعفر صادق کی صحبت میں نہ رہتا تو نعمان ہلاک ہوتا۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ اقوال کس عالی مرتبہ بزرگ کے ہیں جنھوں نے خدا کو سو بار خواب میں دیکھا۔ اللہ اکبر کیا شان ہے۔ دیکھو، غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار صفحہ ۲۱ مطبوعہ لکھنؤ۔ شرح تنویر الابصار کے دیباچہ میں جو فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب ہے اس میں امام صاحب کے بہت سے فضائل لکھے ہیں منجملہ جن کے یہ بھی ہے کہ آپ نے سو بار خدا کو خواب میں دیکھا حالانکہ رسول مقبول کو ایک ہی دفعہ معراج ہوئی۔ گو امیر معاویہ اس کو روحانی مانتے ہیں مگر جمہور مسلمان جسمانی جانتا ہے۔ بہر حال اس معراج میں رسول مقبول خدا کو نہ دیکھ سکے پردۂ جلال حائل تھا مگر امام صاحب کا اللہ میاں کو سو بار دیکھنا کس قدر عظمت کی بات ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے تو انتہا کر دی کہ اللہ میاں کو صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ ان سے کچھ لکھوا بھی لیا۔ غرض امام جعفر صادقؑ کا خاتمہ زہر سے کیا گیا۔ اُن کے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ کو بھی ہارون نے بڑی اذیتیں سالہا سال قید میں رکھ کر دیں اور ان کا خاتمہ بھی قید خانہ میں کیا۔ ہارون کے فرزند مامون نے امام رضاؑ کو انگور میں زہر دلوا کر شہید کیا۔ اسی طرح دیگر اماموں کا خاتمہ دوسرے تاجداران بنی عباس نے کیا جو اپنے تئیں مسلمان کہتے اور امیر المومنین کہلاتے تھے۔ اس ذہنیت کے کلمہ گویان رسول سے اب بھی دنیا خالی نہیں ہے، جو رسولؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اولاد رسولؐ سے بغض و عناد رکھتے ہیں ایسے ہی مسلمانوں کی نسبت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

تصلی علی المختار من آل ہاشم   ونوزی بنیہ ان ذالک عجیب

ترجمہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہم مسلمان رسولؐ پر تو صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور ان کی اولاد کو ایذا پہونچاتے ہیں، دوسرے لفظوں میں گڑ کھاتے ہیں گلگلوں سے پرہیز کرتے ہیں انتہا ہو گئی کہ اہلبیت اطہار کی تعریف و ثنا تک گوارا نہیں کرتے اور امیر المومنین کی مدح کرنے والوں کو ہمیشہ مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ مداحان شیر خدا ہزاروں کی تعداد میں بے قصور شہید کر ڈالے گئے۔ جائدادیں ضبط ہوئیں گھر لٹے غرض کہ مادی طاقتیں خدائی وعدہ سے جنگ کرتی رہیں اور لب قدرت آواز دیتے رہے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافوا ھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ترجمہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو برا کیوں نہ معلوم ہو۔ امام نسائی جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے دمشق میں بنی امیہ کے زیر اثر جناب علی مرتضٰی کی مذمتیں سن سن کے ان پر اتنا اثر ہوا کہ مدح شیر خدا کو جسے عداوت اور حق پوشی کی کرشمہ سازیوں نے مٹانا چاہا تھا خصائص لکھ کے دوبارہ ابھارنے کی کوشش کی اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا اس حق گوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا اور نہایت تکلیفیں دیکر ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مگر ان کی خصائص جو مدح اہلبیت سے لبریز ہے موجود ہے۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی نے امام شافعی کا یہ قول لکھا ہے وہ فرماتے ہیں جب میں علیؑ کے فضائل نامحصور کا بیان کرتا ہوں تو لوگ مجھ کو رافضی کہتے ہیں پھر میں نے یہ کہا لو کان رفضاً حب آل محمد فلیشھد ان الثقلان انی رافض جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "حب آل محمد اگر رفض ہے تو میں دونوں جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ میں رافضی ہوں"۔

اسی خیال کی تائید میں ملا جامی علیہ الرحمہ سلسلۃ الذہب میں یوں فرماتے ہیں ؎

کیش من رفض دین من رفض است | رفع من رفض مابقی حفض است
این نہ رفض است محض ایمان است | رسم معروف اہل عرفان است
رفض گر ہست محبتِ آل نبیؐ | رفض فرض است بر تقیشہ وغنی

میں نے اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات میں یہ بتلایا ہے کہ وہ بزرگوار جو سادات بارہہ سے تھے وہ تو شیعہ اثنا عشری تھے بقیہ بزرگوار سنی تفضیلی تھے۔ اس لئے یہ بھی بتا دینا ضروری ہوا کہ شیعہ کی اصلیت و حقیقت کیا ہے۔ کب اور کس طرح شیعیت کا آغاز ہوا اور تفضیلیت کیا چیز ہے، یعنی تفضیلت کی تعریف کیا ہے۔ تفضیلیہ کسے کہتے ہیں کون لوگ اس عقیدہ کے پابند تھے اور ہیں۔

پہلے میں شیعوں کی اصلیت بتاتا ہوں۔ تفاسیر کنز و کشاف سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ کے معنی مددگار کے ہیں۔ کلام پاک میں شیعہ کے معنی گروہ۔ علامہ ابن خالدون یہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ لفظ پیرو و اصحاب کو کہتے ہیں لیکن فقہا و متکلمین کی اصطلاح میں ان لوگوں پر لفظ شیعہ کا اطلاق ہوتا ہے جو حضرت علیؑ و اولاد علیؑ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تابع ہیں۔ پیروان حضرت علیؑ کو یہ لقب حضرت رسول پاک کا عطا کیا ہوا ہے اور سواد دوستداران و پیروان حضرت علیؑ کے کسی دوسرے کے دوست پیرو، مددگار کو یہ شرف حاصل نہیں ہے، ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے علیؑ اور ان کے شیعہ رستگار بروز قیامت ہیں ابن سبط جوزی نے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔ "قال نظر النبیؐ الی علیؑ ابن ابی طالبؑ فقال ھذا علی وشیعہ ھم الفائزون یوم القیمٰت" یعنی آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ علی اور ان کے شیعہ رستگار ہیں بروز قیامت۔ (ملاحظہ ہو مودۃ القربیٰ)

صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی میں سخاوی وغیرہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے

یا علیؑ ان اللہ قد غفر لک ولذریتک ولولدک ولاھلک ولشیعتک ولمحبی شیعتک فابشر فانک انزع البطین یعنی اے علی خدا نے بخشا تم کو تمہاری اولاد کو تمہاری ذریت کو تمہارے اہل کو شیعوں کو تمہارے شیعوں کے دوستوں کو اور بشارت ہو تم کو کہ تم انزع البطین ہو (یعنی دور ہو شرک سے اور شکم تمہارا علم و ایمان سے پُر ہے۔) پھر صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ جب آیہ "ان الذین آمنو و عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ" کا نزول ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ وہ تم ہو اور تمہارے شیعہ جو بروز قیامت راضی اور مرضی آئینگے اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ بیان بالا سے ظاہر ہو گیا کہ شیعوں کی اصلیت کیا ہے فرقہ شیعہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علیؑ اور کل ائمہ اطہار علیہم السلام کا دوست اور معتقدات میں قرآن مجید اور جناب محمد مصطفٰے اور دوازدہ امام علیہم السلام کی پیروی کرتا ہے اس لئے اثنا عشری کہلاتا ہے حدیث الثقلین کے تابع ہے۔

شیعہ کی حقیقت ہیں نے تبلادی۔ عوام نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ مذہب شیعہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا کا نکالا ہوا ہے کیا ٹھکانا ہے اس دروغ بیانی کا جہاں اور افترائیں ہیں ایں ہم برسر علم[۱]

[۱] عقیدہ تقیہ کی نسبت شیعوں پر بڑے شد و مد سے اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ کلام پاک میں خدا فرماتا ہے وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہٗ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ (سورہ المومن رکوع ۴) جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مرد مومن تھا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا صرف جان کے خوف سے کتمان ایمان ظاہر ہے جس طرح رسول خدا ابتدا میں خود خفیہ طور سے کرتے تھے دیکھو تاریخ حبیب الٰہ صفحہ ۱۵ جبکہ عہد ہائے اموی و عباسیہ میں شیعہ یا علوی نسب ہونا قابل گردن زدنی و سوختنی قرار پایا تھا اسی حالت میں لوگ تقیہ کر لیتے تھے بعض لوگوں کے نزدیک کسی مصلحت کی بناء پر خلاف واقع کہنا بھی جائز ہے جیسا کہ رسول مقبول کی وفات کے بعد حضرت عمر لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ رسول نے ہرگز انتقال نہیں کیا اگر کوئی ایسا کہے گا تو اس کی گردن میں اپنی تلوار سے اڑا دونگا اس کی تاویل یہ کیجاتی ہے کہ قیام امن کیلئے ایسا کہا ممکن ہے یہ بھی کوئی طریقہ تقیہ ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے تقیہ نہیں کیا اس کا سبب ہے کہ اگر وہ تقیہ کرتے تو اسلام مٹ جاتا۔

اب میں تفضیلیت سے بحث کرتا ہوں۔ تفضیلیت کے معنی عام اصطلاح میں کسی کو کسی پر فضیلت دینے اور افضل ماننے کے ہیں اور تفضیلیہ وہ ہے جو کسی کو کسی پر فضیلت دیتا ہے متکلمین کی اصطلاح میں تفضیلیہ اس سنی کو کہتے ہیں جو حضرت علیؑ کو باعتبار فضل وکمال اور دیگر خصوصیات کے دیگر صحابہ پر فضیلت دے یعنی افضل سمجھے۔ چنانچہ سنیوں کے بڑے علامہ عبدالحمید عزالدین جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہیں اپنی مشہور اور معرکۃ الآرا کتاب شرح نہج البلاغۃ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں جو عربی میں ہے اس عبارت کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"ہمارے تمام اکابر چاہے وہ اگلے ہوں یا پچھلے بغدادی ہوں یا بصری اس بات پر متفق ہیں کہ بیعت حضرت ابوبکر کی صحیح اور شرعی تھی اور وہ کسی نص (جس سے حضرت ابوبکر کی تخصیص نکلتی ہو) کی بنا پر نہ تھی بلکہ وہ اجتہاد کی بنا پر تھی جس کا اجماع اور بغیر اجماع کے امام بنانے کا طریقہ ہونا ثابت ہے"۔ اس کے بعد اہلسنت کے یہی علامہ اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے جو ان کے پیش رو بزرگوں میں تفضیل کے بارہ میں ہے لکھتے ہیں اس عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ بغداد کے تمام بزرگان دین چاہے وہ متقدمین یا متاخرین ہوں جیسے ابو سہیل۔ بشیر ابن معتمر۔ ابوموسیٰ۔ عیسیٰ بن صبیح وابوعبداللہ جعفری بن مبشر ابومحمد جعفر اسکافی۔ ابوالحسین۔ ابوالقاسم عبداللہ ابن محمود بلخی اور ان کے تمام شاگرد یہ مانتے ہیں کہ بلا شبہ حضرت علیؑ حضرت ابوبکر سے افضل ہیں" اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید ابوعلی جبائے بصری (علم الکلام کے ایک مشہور ماہر) کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ پہلے اس بات میں متحیر تھے کہ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر میں کون افضل تھا لیکن بعد میں اپنے انتقال کے قریب اپنے تفضیلیہ ہونے کا اعلان کیا یعنی حضرت علیؑ کو فضیلت دی۔ اس کے بعد علامہ موصوف نے ان بصری بزرگوں کے ناموں کی طویل فہرست دی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جو بزرگان دین حضرت علیؑ کی تفضیل کے قائل ہیں

ان میں سے شیخ ابوعبداللہ حسین علی بصری بھی ہیں جو اس بارہ میں بہت راسخ العقیدہ تھے اور تفضیل پر زور دیتے تھے اور اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے پھر لکھتے ہیں کہ بصرہ کے بزرگان دین میں حضرت علی کی فضیلت کے قائل ہونے والوں میں قاضی القضاۃ ابوالحسن عبدالجبار ابن احمد ہیں۔ ابن متویہ نے کفایہ میں جو علم کلام کی مشہور و مستند کتاب ہے انھیں قاضی القضاۃ کے بارہ میں لکھا ہے کہ پہلے یہ متوقفین میں تھے یعنی حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر کے بارہ میں توقف کرتے اور خاموش رہتے تھے مگر بعد کو حدیث منزلت کی وجہ سے پختہ یقین کر لیا کہ حضرت علی ہی افضل ہیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے ہم مشرب اسی راستہ پر چلتے ہیں جس پر ہمارے بغدادی بزرگان دین گامزن ہیں۔ حضرت علی کو حضرت ابوبکر سے افضل مانتے ہیں اور ہم نے اپنے علم کلام کی کتابوں میں اس کو واضح کر دیا ہے کہ افضل کے معنی کیا ہیں۔ آیا اس سے مراد ثواب میں زیادہ ہونا ہے یا زیادہ جامع ہونا ہے۔ کمالات فضل و شرف میں اور پاکیزہ صفات میں اوپر ہم نے بیان کر دیا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت ابوبکر سے دونوں مذکورہ حیثیتوں سے افضل تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید نے نہایت صفائی سے فیصلہ کر دیا ہے کہ بلحاظ فضل و کمالات، شرف اور پاکیزہ صفات کے حضرت علیؑ حضرت ابوبکر سے افضل تھے۔ جب حضرت علیؑ حضرت ابوبکر سے افضل ہیں تو خلیفہ دوئم و سوئم سے بدرجہا افضل ہیں۔ کیونکہ خلیفہ دوئم و سوئم کا خلیفہ اول کے مرتبے سے کم ہونا اہلسنت کو تسلیم ہے۔ لہذا جو لوگ حضرت علیؑ کو تینوں خلفاء پر فضیلت دیتے ہیں وہ تفضیلی ہیں۔ جن کے کچھ نام علامہ ابن ابی الحدید کی روایت کے موافق اوپر لکھے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں جن بزرگان دین کے نام مثلاً حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء، حضرت

معشوق مصری و حضرت شیخ احمد جامی و حضرت شیخ فریدالدین عطار وغیرہم جن کی نظمیں میں اوپر لکھ آیا ہوں سب کے سب تفضیلی ضرور تھے۔ یہ یقینی امر ہے کہ گروہ صوفیائے کرام میں نوّے فیصدی ضرور تفضیلی تھے۔

مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے اخبار "منادی" میں غالباً اکتوبر ۱۹۳۱ء کے کسی ہفتہ میں جو شایع ہوا تھا بتلایا ہے کہ ان کا اور ان کے کل مریدوں کا (جن کی تعداد لاکھوں بتلائی جاتی ہے) عقیدہ یہی ہے یعنی تفضیلیہ ہے۔

راقم کے اجداد میں جیسا میں نے اوپر بتلایا ہے۔ بہت سے حضرات تفضیلیہ تھے۔ میرے دادا صاحب حضرت نظام الملۃ سید شاہ نورالحسین صاحب بھی تفضیلیہ سنّی تھے جیسا اُن کے کلام مذکورالصدر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو بعد رسالت مآبؐ سمجھتے تھے۔ میرے والد مرحوم بھی عرصہ دراز تک سنی تفضیلیہ رہے۔ جس زمانہ میں حضرت سفیر و نائب السّلطنت ناظم بنگالہ تھے باوجودیکہ ناظم بنگالہ خود شیعہ تھے لیکن والد مرحوم سُنّی رہے اور مذہب نہیں بدلا اس عہدہ جلیلہ سے علٰحدہ ہونے کے بعد عرصہ دراز تک علمائے فریقین سے مباحثے کرتے رہے آخر عمر میں بعد تحقیق اپنی اظہار تشیع بہت سے امراء و علما کی موجودگی میں فرمایا تھا علاوہ میرے خاندان کے اور متعدد خاندان و اشخاص سُنّی تفضیلی ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خانبہادر شمس العُلما، نواب سید امداد امام صاحب مرحوم و مغفور جن کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے ان کے والد ماجد خانبہادر شمس العُلما، مولانا وحید الدین خاں سابق صدر اعلیٰ جو میرے والد کے بھانجے اور ایک رشتے سے بھتیجے ہوتے تھے سنّی تفضیلیے تھے۔ ان کی تصنیف "حد تحقیق بمشرب سنّی"

اب بھی لوگوں کے پاس ہوگی۔ میرے بچپنے میں چھپی تھی اور ہاتھوں ہاتھ سیکڑوں کا پیاں فروخت ہوئیں۔ اس تصنیف میں صدر اعلیٰ صاحب نے اپنے عقیدہ پر روشنی ڈالی ہے اور امیر شام پدر یزید کی جو کیفیت لکھی ہے اس سے بھی صدر اعلیٰ صاحب کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے والد ماجد خان بہادر سید امداد علی خاں سابق صدر الصدور بھی تفضیلیے سنی تھے اور ان کے اکثر اعزہ، سنی تفضیلیے تھے۔ امداد علی خاں صاحب کو میں نے نہیں دیکھا میری پیدائش کے پہلے انتقال کر چکے تھے باقی ان کے بہت سے عزیزوں رؤسائے نیورہ کو میں نے دیکھا ہے ہمیشہ مولائے دوجہاں کے نام سے حضرت علی کو یاد کرتے سُنا۔

خود شمس العلما، نواب سید امداد امام صاحب جو علامہ وقت تھے جن کی تصنیفات متعدد موضوعات پر مثلاً فلسفہ پر مرآۃ الحکما ہے۔ زراعت ورد عیسائیت وغیرہ پر بھی تصنیفیں ہیں چالیس سال کی عمر تک تفضیلیے سنی رہے۔ پھر تحقیق و تجسس کے بعد شیعہ ہو گئے اور دو تصنیفیں بہت جسیم تائید و ثبوت شیعیت میں تصنیف کیں۔ "مصباح الظلم" اور "مناظر المصائب" بڑی تقطیع کے چار چار سو سے سے زیادہ صفحوں پر ختم ہوئی ہیں۔ چونکہ نواب صاحب خود شیعہ ہو گئے تھے اس لئے ان کے دونوں فرزند سر سید علی امام مرحوم اور مسٹر سید حسن امام مرحوم شیعہ تھے۔

نواب سید[۱] امداد امام صاحب مرحوم سے جو چھوٹے بھائی تھے آنریبل خانبہادر نواب سیّد فضل امام مرحوم سابق ممبر لفٹنٹ گورنر بنگالہ کی کونسل کے وہ بھی پہلے تفضیلیے سُنی تھے پھر شیعہ ہوئے

---

[۱] یہ بھی واضح رہے کہ نواب امداد امام صاحب مرحوم اور اُن کے بھائی آنریبل مولوی سید فضل امام خان بہادر مرحوم خلل دماغ کی وجہ سے شیعہ نہیں ہو گئے تھے۔ اول الذکر کی متعدد تصنیفیں شیعہ

عتبات عالیات کربلائے معلیٰ وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوکر آنے کے بعد زمانہ دراز تک زندہ رہ کر انتقال کیا۔ مذکورالصدر واقعات تو پٹنہ عظیم آباد کے ہیں میں اسی حیدر آباد فرخندہ بنیاد کا ایک واقعہ لکھتا ہوں مولانا وحید الزماں خاں مخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ مرحوم سابق رکن ریونیو بورڈ بعدہٗ جج ہائیکورٹ حیدر آباد کے انتقال کو بہت عرصہ نہیں گذرا اصحابان علم سے ان کا نام پوشیدہ نہیں ہے علاوہ ایک بڑے قانوں داں ہونے کے بہت بڑے محدث و فقیہہ تھے۔ بخاری کے تیسوں پاروں کا ترجمہ اُردو میں ان کا کیا ہوا ہے اب بھی بہت لوگوں کے پاس ہے علاوہ وحید اللغات وغیرہ کے متعدد تصنیفیں مولانا مرحوم کی ہیں۔ زمانہ دراز تک ان کا مسلک اہل حدیث رہا۔ انتقال

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۰) ہونے کے بعد کی موجود ہیں. فضل امام مرحوم شیعہ ہونے کے بعد سرکاری ذمہ داری کے کام کرتے رہے۔ یہ اس لئے میں نے لکھا ہے کہ جب کوئی بڑا شخص شیعہ ہوجاتا ہے تو یہ مشہور کردیا جاتا ہے کہ خلل دماغ کی وجہ سے مذہب بدلا جس طرح مولانا مقبول احمد صاحب مفسر و مقرر کے لئے مشہور کیا گیا تھا حالانکہ ان کے شیعہ ہونے کے بعد کی تصانیف متعدد ہیں جو صحیح الدماغ ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا مرحوم بڑے مناظر، فقیہہ و محدث تھے۔ مذہبیات کے بڑے ماہر تھے۔ عشرہ محرم میں جب یہ وعظ کرتے تھے۔ ہزاروں آدمی ہر فرقہ کے جمع ہوجاتے تھے جگہ بیٹھنے کی نہیں ملتی تھی۔ اشتیاق میں کھڑے رہنا شاق یا ناگوار نہیں معلوم ہوتا تھا۔

خدا غریق رحمت کرے۔ بے مثل ہستی تھی۔ عہد اموی میں مٹھی بھر اثنا عشری تھے وہ بھی اتلاف جان کے خوف سے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپتے پھرتے تھے یا آج تقریباً گیارہ کروڑ ہیں اور خلل دماغ سے یہ تعداد نہیں بڑھی بلکہ تجسس و تحقیق کی بنا پر باوجودیکہ اہتمام بلیغ اس کا ہے کہ کسی شیعہ کی کوئی ایسی تصنیف یا تالیف جس کا موضوع تحقیقات مذہبی ہو کوئی سنی نہ دیکھے اور نہ پڑھنے پائے

کے چند سال قبل ان کے اعتقادات و خیالات مذہبی میں بہت تغیر واقع ہوا اور لاہور کے پیسہ اخبار میں غالباً ۱۹۱۲ء میں کئی آرٹیکل (مضامین) لکھے کہ حضرت علی کو دیگر صحابہ پر فضیلت دینی چاہیے۔

چونکہ طول و عرض ہند میں مولانا مرحوم کے تبحر علمی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا کسی نے کان تک نہ ہلائے البتہ سنگاپور کے ایک مولوی نے جن کا نام میں فراموش کرتا ہوں مولانا پر کچھ اعتراضات ایک رسالہ کے ذریعہ کئے تھے۔ مولانا مرحوم نے ان مولوی کا منہ لگنا پسند نہیں کیا مولانا کے شاگردوں میں سے ایک صاحب مولوی شمشیر علی بیگ مرحوم صیغہ مال کے ایک عہدہ دار نے سنگاپور کے مولوی کے جوابات دندان شکن بذریعہ ایک رسالہ کے دیئے تھے جس کا نام ضرب شمشیر رکھا تھا۔

مولانا مرحوم کی اخیر تصنیف ان کی سوانحعمری ہے جس میں انھوں نے اپنے خوابوں کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے ایک دفعہ حضرت رسول مقبول صلعم کو اور حضرت علیٔ مرتضیٰ کو خواب میں دیکھا تھا اور ایک دفعہ حسنین علیہما السلام کو خواب میں دیکھا تھا اور اپنی کتاب میں حُبِّ اہلبیتؑ کو جزو ایمان تبلایا ہے۔

یہ کتاب اور رسالہ ضرب شمشیر ان کے فرزند ان کرنل محمد اشرف صاحب ڈپوٹی ڈائرکٹر مڈیکل

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۰) تاہم افضال خدا جن بندگان خدا کے شامل حال ہیں وہ جستجو تلاش راہ خدا میں کرتے اور ایسی تصانیف پڑھتے ہیں پھر تو بقول شاعر ؏

تلاش شرط ہے ڈھونڈھے سے کیا نہیں ملتا

ڈپارٹمنٹ حیدرآباد اور مسٹر محمد احسن الزماں ناظم تعمیرات حیدرآباد کے پاس غالباً ہوگا۔

حیدرآباد میں ایک نواب وقار نواز جنگ مرحوم ہی پر کیا موقوف ہے یہاں اور بھی اہل تسنن ماسی مسلک پر فائز تھے اور ہیں حیدرآباد کے ایک اور اعلیٰ عہدہ دار کا ذکر کرتا ہوں جن کے انتقال کو پورے دو سال بھی نہیں ہوئے ہونگے۔ خدا غریق رحمت کرے مولوی میر کاظم علی صاحب سابق معتمد تعمیرات حیدرآباد بڑے باخدا پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ تا حیات ان کی مخلصانہ دوستانہ مجھ سے رہا۔ میں ان کو اپنا بزرگ سمجھتا تھا کیونکہ میرے خسر مرحوم ڈاکٹر صفدر علی صاحب سے اور میر صاحب مرحوم سے بھائی چارہ تھا میری اہلیہ کو وہ بھتیجی کہتے اور سمجھتے تھے ان کی گودوں میں کھیل کر یہ بڑی ہوئیں۔

غرض میر کاظم علی صاحب اکثر دریافت خیریت کیلئے میرے یہاں آجاتے اور پس پردہ میری بیوی سے باتیں کرتے۔ آتے ہی پہلے مجھ سے پوچھتے بچّی کیسی ہے۔ انھوں نے ٹولی چوکی میں ایک باغ اور مختصر سا مکان بنالیا تھا جس کو وہ مقطعہ کہتے تھے اب سے کوئی تین ساڑھے تین سال ہوئے ہونگے کہ وہ مقطعہ اپنی لڑکی مریم النسا کو اس کے جہیز میں بطور ہبہ کے دیدیا تھا مگر گاہے گاہے اس مکان موہوبہ میں وہ جاکر قیام کرتے تھے چنانچہ اسی مکان میں ان کا انتقال ہوا۔ میرا مکان راستہ میں پڑتا ہے۔ کبھی جاتیوں کبھی لوٹتیوں میرے مکان میں موٹر سے اتر جاتے۔ جن دنوں ایک شخص مصباح الاسلام نامی کو ملک ومالک کے چند بدخواہوں نے میرٹھ سے حیدرآباد ہنگامہ آرائی کرنے اور شورش پھیلانے کے لئے طلب کیا تھا اور کئی روز تک اُس نے ایک آفت برپا کر رکھی اور شورش پھیلائی تھی۔ اُسے آتا جاتا تو خاک نہ تھا کہ ٹھنڈے دل سے شیعوں سے

مباحثہ یا مناظرہ کرنا۔ بعوض اس کے وعظ کرنے کے نام سے مختلف محلّوں میں کچھ اناپ شناپ بکتا اور شیعوں کو دل کھول کر گالیاں دیتا۔ شیعوں نے ملک و مالک کی بہی خواہی کی غرض سے بہت صبر و تحمل سے کام لیا۔ ورنہ خون کی ندیاں بہتیں۔ کئی دن کے بعد جب اعلیحضرت ظل سبحانی کو بعض جاں نثاروں نے اس قابل آفریں واقعہ کی اطلاع دی تو وہ شہر بدر کیا گیا۔ یہ واقعہ غالباً آذر ۱۳۴۳ف کا ہے۔ انھیں دنوں میر کاظم علی صاحب مرحوم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور اس ناہنجار کا تذکرہ نکلا تو میر صاحب کے تیور پر بل پڑ گئے اور فرمایا مجھے نہایت درجہ رنج و افسوس ہوا جب میں نے یہ خبر سنی۔ چونکہ میں مقطعہ میں ہوں بلدہ کئی روز سے گیا نہ تھا اس لئے کل مجھے اس لغویت کی خبر ملی۔ بہت سے وہ الفاظ بھی میرے سامنے دوہرائے گئے جو اس نے شیعوں کی نسبت کہے۔ آپ حضرات کو جتنا بھی صدمہ اور غصہ ہو کم ہے ؛

میں :۔ معاف فرمایئے گا اہل سنت جماعت جب شیعوں کے اعتراضات وغیرہ کا جواب نہیں دے سکتے ہیں تو دنگے فساد پر اتر آتے ہیں یا اپنے اقتدار و حکومت سے کام لیتے ہیں جہاں تک ہو حق پوشی کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے۔ برٹش انڈیا کے خصوصاً پنجاب کے مختلف مقامات میں مثلاً ٹکسیلا۔ داربرٹن۔ ڈیرہ غازی خاں وغیرہ میں جب جب مناظرہ ہوا اور سنیوں کو جب نوبت شکست پانے کی آئی اور بعض لوگوں کو دیکھا کہ بطیب خاطر اثنا عشری ہو رہے ہیں تو سنیوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ مار پیٹ کرنے لگے۔ پتھر مارنا شروع کر دیا۔ گالی گلوج تو کوئی بات نہیں ان مناظروں کی کیفیت شیعوں

کے اخبارات سے معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں علیحدہ بھی رسالوں کی شکل میں چھپی ہوئی فروخت ہوتی ہے ان مناظروں کے ثالث بالخیر باتفاق فریقین لائق قابل، عیسائی آریہ اشخاص بنائے گئے تھے ان کے فیصلے رسالوں میں موجود ہیں۔

دور کیوں جایئے اسی حیدر آباد میں ایک تیموری شہزادہ اختر سلطان مرحوم جب شیعہ ہوئے اور چند کتابیں موسوم بہ ہفوات المسلمین جس کا ماخذ صحیح بخاری اور مختلف تاریخیں ہیں علاوہ ازیں تنزیہ الانساب فی احوال شیوخ الاصحاب دو جلدوں میں شایع کیں تو اس وقت وہ سرکاری ملازمت میں تھے نوکری سے علیحدہ کئے گئے۔ شہر بدر کئے گئے کسی سے یہ نہ ہوسکا کہ ان کتابوں کا جواب لکھتا۔ ایک صاحب مولوی نظیر حسین سخاہیں وہ شیعہ ہوگئے انھوں نے ایک کتاب چور لالٹین لکھی۔ ان پر بھی غضب ٹوٹا۔ نوکری سے علیحدہ کئے دیئے گئے۔ سُنا ہے کہ معافی مانگنے پر ملازمت میں لئے گئے۔ چونکہ آپ لوگوں کے یہاں باستثنا ان حدیثوں کے جو متفق علیہ ہیں ہزاروں کیا لاکھوں روایتیں جمع کی گئیں اور ان میں سے ہزاروں چھانٹی گئیں جن کے بہت سے راوی رسالت مآبؐ کے پانچ چھ واسطوں کے تھے۔ اور جن کو عموماً خاندان رسالت سے عناد تھا ان پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس خامی کو محسوس کرکے مولانا حسن الزماں صاحب مرحوم نے جو سنیوں کے بڑے محدث تھے۔ ایک تالیف شروع کی جن میں ایسی حدیثیں جمع کیں جن کے راوی ایرے غیرے نہ تھے بلکہ اولاد رسولؐ تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ یہ تالیف سر وقار الامراء مرحوم کی فرمائش سے لکھی جارہی تھی۔ اور سرکار سے کئی سو روپیہ ماہانہ الاونس اس نیک کام کی تکمیل کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہ بھی میں نے سُنا ہے کہ قبل انتقال

مولانا حسن الزماں مرحوم نے یہ کتاب تکمیل کو پہنچا دی تھی۔ کچھ حصہ اِس کا شایع اور منطبع ہوا۔ اس کا نام "علوم اہلبیت" تھا۔ کیا قیامت ہے کہ سینوں کے ایک عالم فضیلت مآب کو یہ تالیف ایک آنکھ نہ بھائی اور طباعت یہ کہہ کر بند کرائی کہ اس سے شیعیت کی بو آتی ہے۔ مطلب یہ کہ حق ظاہر نہ ہونے پائے۔ نہ معلوم بقیہ حصہ اس نایاب تالیف کا اب کہاں ہے۔ برٹش انڈیا میں مناظرہ پر ہنگامہ ہوتا ہے مگر تالیف و تصنیف آزادانہ طریق سے لوگ کرتے ہیں۔"

میر صاحب :- مجھے ہفوات المسلمین۔ چور لاٹین وغیرہ کا حال نہیں معلوم نہ میں نے کسی سے اس کے بارے میں کچھ سُنا البتہ مولوی حسن الزماں مرحوم والی تالیف کا ذکر میں نے سُنا تھا۔ مولوی حسن الزماں مرحوم سے مجھ سے ملاقات تھی۔ محدث کامل تھے۔

میں :- ایک کتاب "مصباح الظلم" شمس العلماء نواب امداد امام صاحب مرحوم نے چند سال ہوئے کہ تالیف کی تھی آپ کے ملاحظہ میں آئی؟

میر صاحب :- آپ کی غرض اس کتاب سے ہے جو سر علی امام کے والد نے لکھی ہے۔

میں :- جی ہاں۔

میر صاحب پندرہ سولہ سال کے قبل اس کتاب کا بہت چرچا تھا۔ میں ایک صاحب سے لے کر اس کو تمام و کمال دیکھ گیا۔ بہت ضخیم کتاب ہے۔ نواب امداد امام صاحب نے یہ بہت اچھا کیا ہے کہ ہماری جس کتاب سے جو مضمون لیا ہے اس کا حوالہ مع کتابوں کے صفحوں کے دے دیا ہے جس کی وجہ سے اس کی صحت پر شبہہ نہیں ہو سکتا۔

میں :- یہی طریقہ احسن ہے شیعہ حضرات کی جتنی کتابیں مناظرہ کی آپ دیکھیں گے

اول تو اہل سنت کی تاریخوں اور انھیں کے علماء کی روایت کردہ احادیث پر مبنی ہیں اور کتابوں اور صفحوں کا بھی حوالہ رہتا ہے۔ نہ یہ کہ انگریز لیس کوئی بات لکھدی جس کا سر ہے نہ پاؤں ہے اور یہ کہدیا کہ یہ حدیث ہے یا تاریخی واقعہ ہے۔ اول تو فریق ثانی کی مسلمہ نہیں پھر اس میں اگر کسی کتاب کا حوالہ دیا بھی تو باب یا صفحہ کا پتہ نہیں۔

میر صاحب مرحوم سے اہلبیت اطہار علیہم السلام کے متعلق پہلے ہی گفتگو آچکی تھی اور ان کو میں نے راسخ الاعتقاد پایا تھا مگر ان دنوں چونکہ حضرت علی کی فضیلت و تفضیلت کی نسبت لوگوں نے ہر ھونگ مچا رکھا تھا اس لئے خاص طور سے میں نے میر صاحب مرحوم کے خیالات اس بارہ میں دریافت کئے۔ میر صاحب کو کتب بینی سے بہت شوق تھا۔ مُطالعہ ان کا بہت وسیع تھا انگریزی بھی جانتے تھے۔

میں :- کیوں مولانا حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

میر صاحب :- آپ کو معلوم ہے میں سیّد ہوں۔ حضرت علی میرے جد تھے۔ اگر کسی کا دادا ایک معمولی درجہ کا آدمی ہو اور ردّی بھی ہو تو اس کا پوتا اس کو دنیا کے انسانوں سے بہتر سمجھتا ہے اور ہرگز پسند نہ کریگا کہ لوگ اس کا مرتبہ گھٹائیں۔ نہ کہ جس کا دادا ہر طرح سے پاک و منزہ عالم متبحر۔ سخی و شجیع بے مثل ہو۔ جس کی مثال بعد رسول خدا دنیا میں پیدا نہ ہوئی ہو وہ تو اپنے دادا ہی کی گائیگا اور ایسے دادا کے پوتے ہونے پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے جہالت اور تعصب کی بات اور ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمایا۔

"آپ نے ڈاکٹر گبن کی تالیف تو دیکھی ہوگی؟"

میں :- کیا آپ کی غرض "دی رائز اینڈ فال آف دی رومن امپائر" سے ہے۔

میر صاحب :- جی ہاں۔

میں نے کہا کہ زمانہ طالب علمی میں بہت سا حصہ اس کتاب کا میری نظر سے گزرا ہے۔

میر صاحب ڈاکٹر گبن کہتا ہے کہ صدیاں گزر گئیں کہ علیؑ ایک شخص ایسا اس دنیا میں پیدا ہوا تھا جس نے آسمان وزمین کے بارہ میں ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کو سن کر موجودہ صدی کا انسان سراپا حیرت ہو جاتا ہے۔ وہ شخص علوم وسائنس سے خوب واقف تھا۔ اب بتلائیے جس کی تعریف ایسے الفاظ میں اغیار کریں پھر اس کا کیا کہنا۔ بہت سے انگریز مصنفوں کی رائیں حضرت علیؑ کی نسبت میں پڑھ چکا ہوں کسی نے بھی ایک حرف خلاف نہیں لکھا حضرت کی صداقت وراستبازی کے سب قائل ومدّاح ہیں۔

میں :- علاوہ اس کے حضرت علیؑ کی ذات پاک رموز واسرار الٰہی کا گنجینہ تھی۔ ولایت آپ ہی سے پیدا ہوئی جب ہی تو حضرت کو مظہر العجائب کا لقب دیا گیا۔ کلام پاک میں جس کی تعریف خدا نے کی۔ متعدد احادیث منزلت موجود ہیں۔

میر صاحب :- مجھ ُپر موقوف نہیں ہے۔ جتنے پڑھے لکھے صحیح النسب سادات ہیں سب حضرت علی کے مدّاح اور ان کی نسبت یہی خیال رکھتے ہیں جو میرا خیال ہے ان کی محبت رسول کی محبت ہے اور رسول کی محبت خدا کی محبّت ہے۔ صرف انھیں کی نہیں ان کی کل اولاد امجاد کی۔ میرے نزدیک سب قابل احترام ہیں۔ اہلبیت کی محبّت اکسیر ہے۔ ۔۔۔۔ مجھے شیعوں کی یہ بات بہت پسند ہے کہ اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں مگر معاف کیجئے گا ایک بات

آپ حضرات کی پسند نہیں ہے۔

میں :۔ متعجب ہو کر، ضرور فرمائیے۔ شیعوں کی وہ کون سی بات ہے جو آپ کو پسند نہیں ہے؟

میر صاحب آپ حضرات اصحاب کرام کو گالیاں دیتے ہیں یہ بہت برا کرتے ہیں۔

میں :۔ یہ کس نے آپ سے کہدیا کہ شیعہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں شیعہ ہرگز کسی کو گالی نہیں دیتے۔ کلام پاک میں خدا نے جس فعل کو منع کیا ہے اس کو شیعہ جائز نہیں رکھتے ہیں شیعہ تو حدیث الثقلین کے عامل ہیں کتاب خدا اور اولاد رسول کے احکام پر چلنے والے ہیں شیعوں کا گالیاں دینا بالکل شیعوں پر اتہام ہے جس طرح اور باتیں مشہور کردی گئی ہیں تاکہ شیعوں سے منافرت پیدا ہو مثلاً شیعوں کے مُردوں کو گزر کرنا۔ کسی سنی کو جب کوئی شیعہ پانی پلاتا ہے تو تھوک ملا دیتا ہے۔ محرم کی دسویں کو ایک سنی کو مار کر قورمہ اور پلاؤ پکا کر کھاتا ہے۔ نعوذ باللہ شیعہ آدم خور بھی ہیں۔

چند سال کے قبل اسی حیدر آباد میں مولوی سید محمد عابد وکیل ورنگل کے مقابلہ میں یہی الزام لگایا تھا۔ برسوں مقدمہ چلا آخر جھوٹ ثابت ہوا۔ پھر مولوی صغیر حسین بیرسٹر کے ناظم کے مقابلہ میں یہی الزام تھا۔ جو بعد تحقیقات جھوٹ ثابت ہوا۔ یہ بھی مشہور کر رکھا ہے شیعہ حج کو نہیں جاتے حالانکہ ہزاروں شیعہ مختلف اقطاع عالم سے ہر سال شریک حج ہوتے ہیں۔ یہ باتیں اس لئے مشہور کر رکھی ہیں کہ شیعہ قابل نفرت ہستی ہے اور کس جرم میں کہ وہ علی اور اہلبیت کا دوست ہے۔ اسی جُرم میں ایک لاکھ سے زیادہ بیگناہ شیعہ

اور علوی سادات قتل کئے گئے۔ دیواروں میں زندہ چنوائے گئے۔ کسی کی آنکھیں نکلوائی گئیں پاؤں کٹوائے گئے۔ زندہ جلائے گئے یہ سب حضرت معاویہ کے حکم سے ہوا۔ تاریخ اعثم کوفی و طبری وغیرہ ملاحظہ کیجئے۔ تو معلوم ہوگا۔ کیا قیامت ہے کہ حضرت علی کی محبت جو عبادت ہے وہ گناہ یا جرم سمجھی گئی۔

میر صاحب:۔ بعض باتیں جو آپ نے بیان کیں میں نے بھی سنی ہیں مگر میں جھوٹ سمجھا کیا۔ یہ سن کر میں بہت خوش ہوا کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام کو گالیاں نہیں دیتے ہیں۔

میں:۔ شیعوں نے تو کبھی کسی صحابی کو گالی نہیں دی بلکہ ابتدا یوں ہوئی کہ ادھر رسول کریم کی آنکھیں بند ہوئیں کہ ایک صاحب نے صحابیوں کی موجودگی میں اپنی ہوئی تلوار لے کر فرمایا کہ رسول اللہ مرے نہیں ہیں وہ مثل موسیٰ آسمان پر دعا مانگنے گئے ہیں ان کو جو مردہ سمجھے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور وہ منافق ہے اور ایسا ہے ویسا ہے۔ اس صحبت میں بہت سے صحابی تھے۔ بعض وہ بھی تھے جنھوں نے حضرت علیؑ سے بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی اور جنگ جمل کا سامان کیا اور پھر عشرہ مبشرہ میں بھی شامل کئے گئے۔ علاوہ ازیں حضرت علیؑ رسول کے بھائی اور داماد ہونے کے سوا رسول کے صحابی بھی تھے ان کو امیر معاویہ نے سالہا سال خوب گالیاں دیں اور منبر پر سے دلوائیں۔ یہ سب کیا کسی شیعہ کا فعل تھا۔ کیا شیعوں نے صحابہ کو گالیاں دیں؟

میر صاحب:۔ تو پھر تبرا کیا ہے؟

میں:۔ تبرا گالی نہیں ہے۔ تبرا اور دوسرا لفظ اس کے ساتھ کا تولا ہے۔ تبرا کے

معنی کنارہ کرنا یعنی جس چیز کو ہم پسند نہیں کرتے اس سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور تولّا کے معنی محبت کے جس چیز کو ہم پسند کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ تو اقتضائے فطرت انسانی ہے۔ خود خدا نے یہ الفاظ سورہ فاتحہ میں استعمال کئے ہیں جس کو آپ ہر نماز میں پڑھتے ہیں اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین (بتلا دیجئے رستہ، سیدھا رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے) یہ تولّا و تبرّا نہیں تو پھر کیا ہے؟

میر صاحب:۔ یہ ایک ایسی بات آپ نے اس وقت کہی کہ جس نے مجھے ششدر کر دیا بے شک میں کیا جتنے مسلمان نماز پڑھتے ہیں سب سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں معنی بھی سمجھتے ہیں مگر جس پیرایہ میں آپ نے اس کے معنی بیان کئے وہ تو عجیب و غریب پیرایہ ہے آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ سب و شتم صحابہ پر نہیں کرتے ہیں مگر تبرا کرتے ہیں یعنی ان سے علیحدہ رہنا چاہتے ہیں۔ یہ کیوں؟

میں:۔ یہ مجھ سے نہ پوچھئے۔ اپنے یہاں کی تاریخوں سے پوچھئے۔ کم از کم صحیح بخاری[1] سے پوچھئے جس میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے (ان کے نامناسب برتاؤ کی وجہ سے) بیزار ہو گئیں اور پھر تا دم مرگ بات نہ کی۔ یہ بہت ہی کاٹنے چھانٹنے کے بعد بخاری

---

[1] فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت دیکھو کتاب الفرائض جلد چہارم صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ مصر

صاحب نے لکھا ہے ورنہ جو تکلیفیں اور اذیتیں جگر گوشۂ رسول اور ان کے خاوند کو دی گئی ہیں وہ لائق اظہار نہیں ؛

غدیر خم کا واقعہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ نے اپنے داماد کو ہزاروں انسانوں کی موجودگی میں اپنا جانشین و وصی بنایا تھا۔ مصباح الظلم میں بہت سی باتیں آپ نے دیکھی ہونگی۔ حضرت علی تو رہے ایک طرف رسول اللہ صلعم کا فعل پس پشت ڈال دیا گیا۔ مجھے آپ سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔ وہ یہ کہ ترتیب خلافت کس اصول پر ہوئی۔ کہا جاتا ہے اجماع مگر اجماع کلی کہاں تھا۔۔؟ انصار کہتے تھے کہ ہمارا حق زیادہ ہے کہ ہم لوگوں نے مدینہ میں امان دیا اور رسول اللہ کی مدد کی پھر یہ طے پایا کہ ایک انصار کا آدمی ہو ایک مہاجرین کا۔ انصار کی جانب سے سعد بن عبادہ پیش کئے گئے۔ حضرت ابوبکر نے دو نام پیش کئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت عمر، اسی گڑبڑ میں حضرت عمر نے جھٹ حضرت ابوبکر کا ہاتھ چوم لیا اور آپ کی تقلید میں اور بھی کچھ آدمی بیعت کرتے گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل اجماع کے نزدیک حضرت ابوبکر نہ مستحق ترین نہ قابل ترین تھے۔

ایک صاحب تو یوں خلیفہ ہوئے دوسرے صاحب نام زد کئے گئے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا۔ تو مرا حاجی گفتہ من ترا حاجی بگویم۔ اول خلیفہ صاحب کا فرض یہ ہونا چاہئے تھا کہ لوگوں سے کہتے کہ اب میرا اخیر وقت ہے۔ خدا کے یہاں جاتا ہے تم لوگ جس کو اہل ترین سمجھتے ہو میرے بعد اپنا خلیفہ منتخب کر لینا۔ حضرت عمر نے بھی اجماع پر مسئلہ نہ چھوڑا اور نہ نامزدگی کا طریقہ اختیار کیا بلکہ ایک کمیٹی چھ آدمیوں کی بنائی اور یہ طے کر کے چھ

حضرت علیؑ کے دشمن۔ خلیفہ منتخب کرنے کیلئے ایسے پیچیدہ اصول بنائے جن کا سمجھنا ہی مشکل۔ اور یہ سب اس واسطے ہوا تھا کہ حضرت علی محروم رہیں۔ آپ بتلایئے کہ کس اصول پر تینوں خلافتیں قائم ہوئیں۔ یکسانیت کا نام نہیں ۔

میر صاحب کچھ مکدر دکھائی دیئے۔ اور چہرے سے تنفص کے آثار نمایاں تھے۔ بولے اب اس ذکر کو جانے دیجئے۔ (گھڑی کی طرف دیکھکر) لیجئے بارہ بجتے ہیں میں دس بجے آپکے پاس آیا تھا باتوں میں وقت کس طرح سے گزرتا ہے معلوم نہیں ہوتا۔

میں نے کہا۔ پانچ منٹ اور ٹھہر جایئے۔ بارہ بج لیں تو تشریف لیجایئے۔ آپکے دادا کی نسبت جو واقعات بیان کئے بیشک اس سے آپ کو رنج ہوا ہوگا۔ مگر میں آپ کے خوش کرنے کے لئے چند شعر سناتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ بہت لوگ رسولخدا ہی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں کہ حضرت علی کو مگر حضرت سعدی فرماتے ہیں ؎

کس را چہ زور و زہرہ کہ وصفِ علی کند　　جبار در مناقب او گفتہ ہل اتیٰ
فردا کہ ہر کسے بہ شفیعے زنند دست　　مایم و دست و دامنِ معصوم مرتضےٰ

میر صاحب بولے اس میں کلام کس کو ہے۔

میں نے کہا حضرت شیخ فریدالدین عطار بھی حضرت علی کو معصوم سمجھتے ہیں اپنی مثنوی منطق الطیر میں فرماتے ہیں ؎

مرتضیٰ و مجتبیٰ جفت بتول　　خواجہ معصوم داماد رسول

اور سنئے مولانا رومؒ ایک قصیدہ مدحیہ میں فرماتے ہیں ؎

ذات او ہست واجب العصمۃ آں منزہ ز شرک و کفر و ریا
بے ولائے علی بحق خدا نہ نہد در بہشت آدم پا

میرے پاس پورا قصیدہ ہے۔

یہ اشعار سن کر میر صاحب پھڑک گئے اور بولے یہ اشعار آپ کو کہاں سے ملے؟ میں نے کہا جوئیندہ یابندہ۔ میر صاحب خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئے۔ افسوس کہ یہ صحبت اخیر تھی۔ اپنی چہیتی لڑکی مریم النسا بیگم کی بے وقت موت کی خبر سے جو کئی دن تک ان سے پوشیدہ رکھی گئی تھی آخر کب تک پوشیدہ رہتی جب معلوم ہوئی تو بیحد صدمہ ہوا اور پھر جانبر نہ ہوئے۔ میں اس زمانہ میں علیل تھا زیادہ نقل و حرکت کی ممانعت تھی میّت میں شریک نہ ہو سکا۔

اس مقام پر ایک بات یہ کہنے کے لائق ہے جس دن صبح کو میر صاحب مرحوم تشریف لائے تھے اسی دن تیسرے پہر کو میرے ایک ملاقاتیوں میں جو کبھی کبھی آجایا کرتے ہیں اس دن بھی تیسرے پہر کو آئے اور میں نے ان سے میر صاحب کی گفتگو کا خلاصہ کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ آپ حضرات تفضیلیت کو دلگی سمجھتے ہیں۔ دیکھیئے آپ ہی کے مذہب کے ایک قابل فرد کا حضرت علی اور اہلبیت علیہم السّلام کے نسبت کیسا خیال ہے۔

جو لوگ کتب سیر اور زمانہ کے حالات سے نابلد ہیں وہ اس تالیف کو پڑھ کر سمجھ لیں تفضیلیت اور فرقہ تفضیلیہ کیا ہے؟ نہ یہ کوئی ڈھونگ ہے جیسا بعض اشخاص کا بیان ہے نہ معجون مرکب وغیر مرکب ہے۔ اور نہ تفضیلیت میں کوئی شاخ زعفران ہے۔ بلکہ یہ ایک سیدھا سادہ سا مذہب یا عقیدہ ہے۔

الراقم سیّد ہمایوں میرزا،

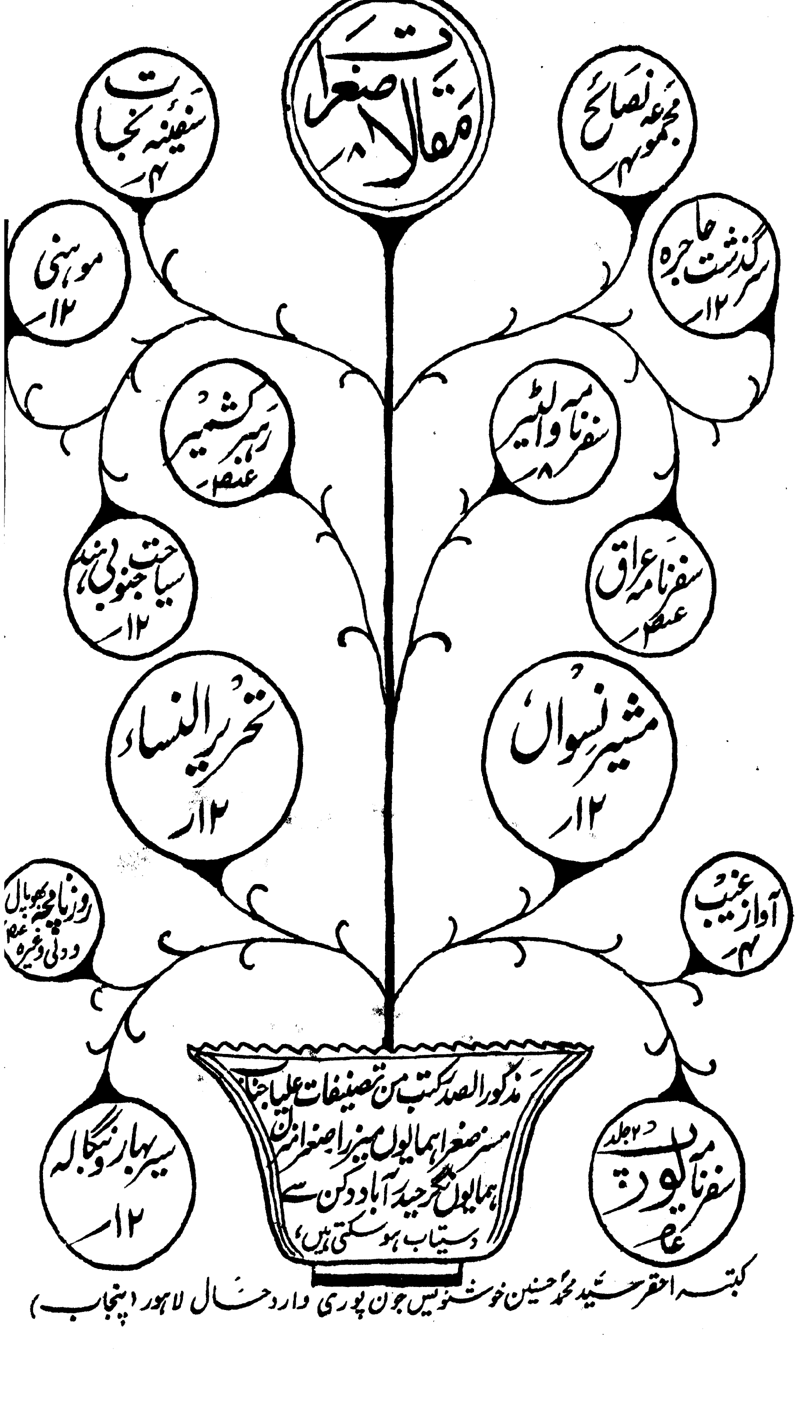

کتبہ احقر سید محمد حسین خوشنویس جونپوری وارد حال لاہور (پنجاب)